نضر الله امرءً اسمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ
اکتوبر ۲۰۱۳ء

مدیر: حافظ زبیر علی زئی
حضرو

- فیصل خان بریلوی پر بریلویوں کا فتویٰ
- روزے کی حالت میں سینگی لگوانا
- اشرف جلالی (بریلوی) اور ضعیف روایت
- بنوحکم (بن ابی العاص) کا منبرِ رسول پر بندروں کی طرح اچھلنا کودنا
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام

مکتبۃ الحدیث
حضرو اٹک: پاکستان

حافظ زبیر علی زئی
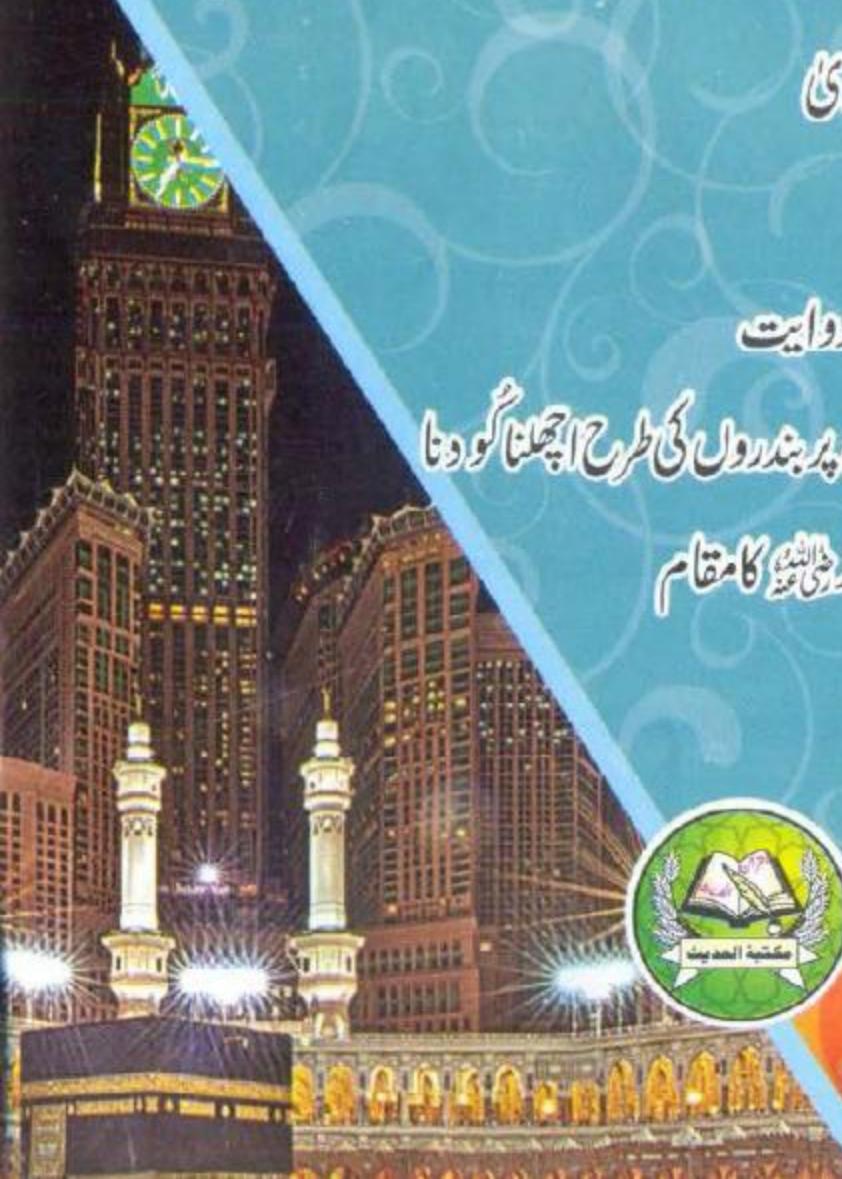
فیصل خان بریلوی پر بریلویوں کا فتویٰ

فیصل خان رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ''پہلے قول میں عبدالرزاق بن ہمام نے یہ قول عن سے پیش کیا ہے اور یہ بات سب پر واضح ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہے اور طبقہ ثالثہ کے مدلس کا صیغہ عن سے روایت کرنا محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتا ہے۔'' (نہایۃ الدلیل فی ردصویحب غایۃ التبجیل / مسئلہ افضلیت اور اکابرِ اُمت ایک تحقیق ایک تجزیہ ص ۳۲۵ طبع جون ۲۰۱۳ء)

اس عبارت سے دو باتیں ظاہر ہیں:

۱: امام عبدالرزاق کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: امام عبدالرزاق طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں۔

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: '' پھر وہابی مولوی... نے امام عبدالرزاق کے مدلس ہونے کا بہانہ کیا تاکہ سرور کائنات ﷺ کی شان نورانیت کا ہر حال میں انکار ہی کر دیا جائے۔ حالانکہ یہ بھی اس کی جہالت کا پورا پورا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ امام عبدالرزاق طبقۂ ثانیہ کے مدلسین میں سے ہیں۔ (طبقات المدلسین لابن حجر صفحہ 34) خود امام ابن حجر عسقلانی نے تصریح کر دی ہے کہ اس طبقہ کے مدلس کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ اب تو مولوی... کو ڈوب مرنا چاہیے اور...'' الخ

(مصنف عبدالرزاق کے الجزء المفقود پر اعتراضات کا علمی محاسبہ ص ۷۷۔۷۸)

اس کتاب پر درج ذیل بریلویوں رضا خانیوں کی تقدیم و تقریظات ہیں:

(۱) غلام مرتضٰی ساقی مجددی (۲) عبدالتواب صدیقی اچھروی (۳) عبدالحکیم شرف قادری (۴) محمد جمیل رضوی (۵) محمد سعید احمد اسعد۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ''علمی محاسبے'' کے اس مذکورہ فتوے کی رُو سے کاشف اقبال رضوی، غلام مرتضٰی ساقی، عبدالتواب صدیقی اچھروی، عبدالحکیم شرف قادری، جمیل رضوی اور سعید احمد اسعد کے نزدیک (مذکورہ عبارت کی وجہ سے) فیصل خان بریلوی کو ڈوب مرنا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا اسمع مناحدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 10 | ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ اکتوبر ۲۰۱۳ء | شمارہ: 10

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط وکتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

٤٣٧) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ سَالَتِ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ، فَاَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، ثُمَّ قَالَ: ((**خُذِیْ فُرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرِیْ بِهَا**)) قَالَتْ: كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا؟ فَقَالَ: ((**تَطَهَّرِیْ بِهَا**)) قَالَتْ: كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا؟ قَالَ: ((**سُبْحَانَ اللّٰهِ! تَطَهَّرِیْ بِهَا**)) فَاجْتَذَبْتُهَا اِلَیَّ، فَقُلْتُ: تَتَبَّعِیْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے (بند ہونے کے بعد) غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کستوری لگا ہوا روئی کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے طہارت (صفائی) کرلو۔ اس نے کہا: میں اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں؟ آپ نے فرمایا: طہارت کرلو۔ اس نے کہا: میں اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! صفائی کر لو۔ پھر میں نے اس عورت کو کھینچ کر اپنے قریب کرلیا اور اسے کہا: خون نکلنے کی جگہ (شرمگاہ) پر اسے رکھ لو۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۳۱۴، صحیح مسلم: ۶۰/۳۳۲ [۷۴۸])

فقہ الحدیث:

۱: عورت کو چاہیے کہ غسل حیض کے بعد خوشبو لگائے۔

۲: رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ حیادار تھے۔

۳: ضرورت کے وقت موقع مناسبت کے ساتھ دین کا وہ مسئلہ بھی بتا دینا چاہیے جس کے سننے سنانے میں انسان شرم محسوس کرتا ہے۔

۴: مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں۔

۵: دین اسلام ہر لحاظ سے مکمل دین ہے۔

۶: تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا مسنون ہے۔

۷: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ اسماء (بنت شکل رضی اللہ عنہا) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسلِ حیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: پانی اور بیری کے پتے لے کر طہارت کرو تو اچھے طریقے سے صفائی کرو پھر اپنے سر پر پانی بہا کر اسے سختی سے رگڑو تاکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے پھر کستوری لگا ہوا ٹکڑا لے کر اس سے طہارت کرلو۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصاری عورتیں بہت اچھی تھیں جنھیں دین میں تفقہ حاصل کرنے سے حیا نے نہیں روکا۔ (صحیح مسلم: ۳۳۲ [۷۵۰])

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صحابیہ کا نام اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا ہے۔

۸: کتاب وسنت کی دلیل طلب کرتے ہوئے صحیح العقیدہ اور جلیل القدر عالم سے مسئلہ پوچھنا تفقہ فی الدین کی نشانی ہے۔

۹: تمام امور میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

۱۰: بعض روایات میں فِرصہ (روئی یا کپڑے کے ٹکڑے) کی بجائے قرصہ کا لفظ آیا ہے لیکن مفہوم ایک ہی ہے۔

۴۳۸) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِیْ، اَفَاَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: **((لَا، اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَاْسِكِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ، ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَآءَ، فَتَطْهُرِيْنَ.))** رَوَاهُ مُسْلِمٌ. ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے سر کے بال بڑی مضبوطی سے گوندھتی ہوں تو کیا میں انھیں غسلِ جنابت میں کھول دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تمھارے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال لو پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا دو تو پاک ہو جاؤ گی۔

اسے مسلم (۳۳۰/۵۸ [۷۴۴]) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: غسلِ جنابت میں بہت احتیاط کرنی چاہئے تاکہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے۔

۲: سر کے بال گوندھنا اور مینڈھیاں بنانا جائز ہے۔

۳: صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میں انھیں حیض اور جنابت کے لئے کھول دوں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ ([۷۴۵])

۴۳۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَیَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰی خَمْسَةِ اَمْدَادٍ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک مُد (تقریباً چھ سو گرام/ پانی) سے وضو اور ایک صاع (چار مُد پانی) سے غسل کرتے تھے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۰۱، صحیح مسلم: ۵۱/ ۳۲۵[۷۳۷])

فقہ الحدیث:

۱: وضو ہو یا غسل، پانی کے استعمال میں سنت مدنظر رکھیں اور اسراف سے اجتناب کریں۔

۲: ضرورت کے وقت غسل میں زیادہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ آنے والی حدیث (۴۴۰) سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

۳: جمہور کے نزدیک حدیث مذکور استحباب پر محمول ہے۔ (دیکھئے مرعاۃ المفاتیح ۱/ ۱۳۷)

۴۴۰) وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ: کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ، فَیُبَادِرُنِیْ، حَتّٰی اَقُوْلَ: دَعْ لِیْ دَعْ لِیْ، قَالَتْ: وَهُمَا جُنُبَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

معاذہ (العدویہ رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن (الفرق) سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان رکھا ہوتا تھا، پھر آپ مجھ سے جلدی پانی لیتے حتیٰ کہ میں کہہ دیتی تھی: آپ میرے لئے بھی (پانی) چھوڑ

دیں، میرے لئے بھی رہنے دیں۔انھوں نے کہا: وہ دونوں حالتِ جنابت میں ہوتے تھے۔متفق علیہ (صحیح مسلم:۴۶/۳۲۱[۷۳۲]، صحیح بخاری:؟)

فقہ الحدیث:

۱: غسل کے دوران میں ضرورت کے وقت بات کرنا جائز ہے۔

۲: صحیح بخاری میں یہ حدیث معاذہ بنت عبداللہ العدویہ البصریہ رحمہا اللہ کی سند سے نہیں ملی لیکن عروہ بن الزبیر عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے موجود ہے۔ (دیکھئے ح ۲۵۰)

۳: جنبی آدمی ہاتھ دھونے کے بعد اور غسل سے پہلے پانی میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔

۴: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ

"والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح" اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (صحیح بخاری:۳۸۲، صحیح مسلم:۵۱۲)

معلوم ہوا کہ یہ غسل اندھیرے میں ہوتا تھا۔

۵: میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا جائز ہے۔

اس کی تشریح میں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اکٹھے بیٹھ کر میاں بیوی کا غسل کرنا۔بعض حلقوں میں اس پر تعجب ہوتا ہے دراصل ان عادات کا تعلق ہر ملک کے معاشرہ سے ہے.....

عرب معاشرہ میں بھی میاں بیوی کے تعلقات میں از بس بے تکلفی تھی مگر یہ کسی عیاشی پر مبنی نہ تھی بلکہ ایک عادت ہو چکی تھی۔" (فوائد غزنویہ ۱/۳۴۳۔۳۴۴)

ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے

امام اسحاق بن منصور الکوسج نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا: کون سی مسجدوں میں اعتکاف کرنا چاہئے؟ انھوں نے فرمایا: "في كل مسجد تقام فيه الصلوة" ہر مسجد میں، جس میں نماز باجماعت قائم ہے۔ (مسائل احمد واسحاق:۷۱۴)

صدقۂ فطر اجناس کے بجائے قیمت (نقدی) کی صورت میں دینا؟

سوال کیا صدقۂ فطر اجناس کے بجائے قیمت میں دے سکتے ہیں؟ اور کتنے دن پہلے صدقۂ فطر دینا چاہیے؟ (نوید شوکت۔ ڈربی، برطانیہ)

الجواب سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھانے (غلے) جَو یا کھجور میں سے ایک صاع بطورِ صدقۂ فطر نکالتے تھے پھر جب معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) مدینے آئے تو انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ شامی گندم کے دو مد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں، تو لوگوں نے اسے اختیار کر لیا۔

ابو سعید نے فرمایا: میں تو اسی طرح ایک صاع نکالتا رہوں گا۔

(صحیح بخاری: ۱۵۰۵۔۱۵۰۶، ۱۵۰۸، صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن الترمذی: ۶۷۳ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح)

اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر اجناس سے ایک صاع نکالنا چاہئے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم کا یہی قول ہے۔

بعض اہل علم مثلاً سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن المبارک وغیرہما نے اجتہاد کرتے ہوئے نصف صاع گندم کا قول اختیار کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل صدقۂ فطر کی قیمت نکالنا ناپسند کرتے اور فرماتے تھے: مجھے ڈر ہے کہ اگر کوئی شخص قیمت دے گا تو اس کا صدقۂ فطر ہی جائز نہیں ہوگا۔

(مسائل عبداللہ بن احمد بن حنبل: ۸۰۹)

جبکہ دوسری طرف خلیفہ عمر بن عبدالعزیز الاموی رحمہ اللہ نے بصرے میں عدی کی طرف لکھ

کر بھیجا کہ ہر انسان سے آدھا درہم لیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۷۴ ح ۱۰۳۵۸، وسندہ صحیح)
قرہ بن خالد السدوسی کے پاس عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اسی مفہوم کی کتاب (تحریر) پہنچی تھی۔ (ایضاً ح ۱۰۳۶۹، وسندہ صحیح)

زہیر بن معاویہ کی روایت ہے کہ ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: میں نے فطرانۂ رمضان میں لوگوں کو کھانے کی قیمت ادا کرتے ہوئے پایا ہے۔ (ایضاً ح ۱۰۳۷۱)

ان آثار کی رُو سے صدقۂ فطر میں نقدی (روپے وغیرہ) دینا جائز ہے اور یہ جواز بھی صرف ان لوگوں سے خاص سمجھنا چاہئے جو یورپ (مثلاً برطانیہ) اور امریکہ وغیرہما میں رہتے ہیں، تاکہ غریب ممالک (مثلاً پاکستان، ہندوستان) میں ان کے مسکین رشتہ داروں کے ساتھ تعاون اور طعمۃ للمساکین ہو جائے، ورنہ بہتر یہی ہے کہ اجناس مثلاً گندم، آٹا اور کھجور وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، اور پاکستان میں ہمارا اسی پر عمل ہے۔

نیز دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (۲/۱۶۴۔۱۶۵) [۶/ اگست ۲۰۱۳ء]

روزے کی حالت میں سینگی لگوانا

سوال روزے کی حالت میں سینگی لگوانا کیسا ہے؟
ایک حدیث میں ہے کہ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں نے افطار کیا اور خود نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی؟ (نوید شوکت۔ ڈربی، برطانیہ)

الجواب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”**احتجم النبي ﷺ وهو صائم.**“ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ (صحیح البخاری: ۵۶۹۴)

سینگی یعنی پچھنے لگوانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے جسم پر پچھنے لگا کر سینگی وغیرہ کے ذریعے سے خون نکالنا تاکہ بیماری کا علاج ہو جائے۔

درج بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ روزے کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((**أفطر الحاجم والمحجوم**“

سینگی لگانے والے اور سینگی لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (سنن ابی داود: ۲۳۶۷ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۱۹۶۲۔۱۹۶۳، وابن حبان: ۸۹۹ والحاکم علی شرط الشیخین ۱/ ۴۲۷ ووافقہ الذہبی)

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی روایات ہیں، لیکن سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "أول ما كرهت الحجامة للصائم ان جعفر بن أبي طالب رضي الله عنه احتجم وهو صائم فمر به النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال: أفطر هذان، ثم رخص النبي صلی اللہ علیہ وسلم بعد في الحجامة للصائم و كان أنس يحتجم وهو صائم."

میں نے سب سے پہلے اس وقت روزہ دار کے لئے سینگی لگوانا ناپسند کیا تھا جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی تو وہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ نے فرمایا: ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کے لئے سینگی لگوانے کی اجازت دے دی اور انس (رضی اللہ عنہ) روزے کی حالت میں سینگی لگواتے تھے۔

امام دارقطنی نے فرمایا: اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت (قادحہ) نہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۲۶۸)

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن المثنیٰ بن انس جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۰۷)

خالد بن مخلد بھی موثق عندالجمہور اور حسن الحدیث ہیں، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ ہے اور حافظ ابن عبدالہادی وغیرہ کی اس پر جرح صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لا بأس بالحجامة للصائم" روزے دار کے لئے سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۸۱، وسندہ حسن)

اس اثر کے راوی امام نعیم بن حماد موثق عندالجمہور ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الافطار مما دخل وليس مما خرج ..." داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نکلنے سے نہیں ٹوٹتا۔

(الاوسط لابن المنذر ۱/ ۱۸۵ ث ۸۱ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/ ۵۱ ح ۹۳۱۹ من رخص للصائم أن يحتجم)
عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: روزے دار کے لئے سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔
(ابن ابی شیبہ ۳/ ۵۳ ح ۹۳۳۳ ملخصاً وسندہ صحیح)

عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ روزے کی حالت میں سینگی لگواتے تھے۔

(ایضاً ح ۹۳۳۴ وسندہ صحیح)

اس باب کی تمام روایات کو مدنظر رکھ کر یہی خلاصۃ التحقیق ہے کہ سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹنے والی روایت منسوخ ہے اور امام شافعی وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔
نیز دیکھئے الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار (ص ۱۴۱)
فائدہ: اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں علاج کے لئے جسم سے خون نکلوانے یا خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن کمزوری کے ڈر کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ روزے کی حالت میں خون کا عطیہ نہ دیا جائے۔ واللہ اعلم
(۶/ اگست ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۷/ رمضان ۱۴۳۴ھ)

امام ایوب السَّختیانی کے دو اقوال

☆ مشہور ثقہ تابعی صغیر اور امام ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی رحمہ اللہ (م ۱۳۱ھ) نے فرمایا: " **إنه ليبلغني أن الرجل من أهل السنة مات فكأنما أفقد بعض أعضائي .** " بے شک جب مجھے پتا چلتا ہے کہ اہل سنت (یعنی اہل حدیث) میں سے کوئی آدمی فوت ہو گیا ہے تو (میں سمجھتا ہوں کہ) میرے جسم کا کوئی حصہ (کٹ کر) گم ہو گیا ہے۔ (الکامل لابن عدی نسخہ محققہ ۱/ ۱۹۲، وسندہ صحیح)
☆ امام ایوب سختیانی نے فرمایا:
" **لا خبيث أخبث من قارئ فاجر.** " بدکار (فاسق فاجر) قاری سے زیادہ کوئی خبیث نہیں۔ (الجعدیات للبغوی: ۱۲۴۰، وسندہ صحیح، الزھد لابی حاتم الرازی: ۴۹)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

دیوبندیوں کی رافضیت غازی پوری اصول پر!

(قسط نمبر۳، آخری)

تصویر کا دوسرا رُخ

قارئین کرام! آغاز مضمون میں غازیپوری صاحب کی چار کتب سے چار اقتباسات دیکھیں کہ کس طرح غازیپوری صاحب نے حبِ صحابہ کی نمائش کرتے ہوئے محبِّ صحابہ بننے کی کوشش کی، لیکن بات جب ان کے مذہب ومسلک کے خلاف ہوئی تو غازیپوری صاحب اس درجہ تنزلی کا شکار ہوگئے کہ ان کے لئے ''گستاخیِ صحابہ'' کا لفظ بھی کمتر معلوم ہوتا ہے۔اگر غازیپوری صاحب کا اصل رخ دکھانا مقصود نہ ہوتا تو ان کے فاسد و کاسد کلام کو کبھی نقل نہ کرتا۔

قارئین کرام! بخوبی واقف ہوں گے کہ بعض دیگر مذاہب کی طرح حنفی مذہب میں نابالغ کی امامت درست نہیں سمجھی جاتی جبکہ اہل حدیث اور شوافع اسے بلا کراہت درست سمجھتے ہیں بشرطیکہ نابالغ لڑکا ہوشیار ہو اور مقتدیوں سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔

بطور دلیل صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ جو سات آٹھ سال کے تھے، انھیں قرآن زیادہ یاد تھا لہٰذا ان کی قوم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکمِ رسول کے مطابق ان کو امام بنا دیا۔ان کے پاس بطور لباس ایک چھوٹی سی چادر تھی، جوڑ لگی ہوئی اور اس میں بھی (ایک جگہ) سوراخ تھا، اس وجہ سے کبھی بے ستری ہو جاتی۔

دیکھئے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۳۰۲، سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ؟ حدیث: ۵۸۵۔۵۸۶)

اب یہ دیکھئے کہ غازیپوری صاحب جو دوسروں پر بے وجہ رافضیت و عداوتِ صحابہ کا

بہتان لگاتے پھرتے ہیں، لیکن حنفی فقہ کے دفاع میں احترامِ صحابیت تک کو فراموش کر جاتے ہیں، غازیپوری نے لکھا ہے: ''اور بڑی بات یہ ہے کہ اس عمرو بن سلمہ والی حدیث میں یہ بھی ہے۔ و کنت اذا سجدت خرجت استی۔ یعنی جب میں سجدہ کرتا تھا تو میرا چوتڑ کھل جاتا تھا۔ **یعنی وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں چوتڑ کا کھلنا بھی کوئی عیب ہے**، ابن قدامہ فرماتے ہیں... یعنی اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز نہیں ہے...'' (مسائل غیر مقلدین ص ۱۸۰ مطبوعہ جمعیت اہل سنت لاہور) استغفر اللہ، استغفر اللہ

قارئین کرام! دیکھ لیجئے! کیا احترام صحابہ اسی چیز کا نام ہے؟ کیا حدیث میں مذکور الفاظ کا مہذب الفاظ میں احترام صحابہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ نہیں ہو سکتا تھا؟ ہمیں خوب معلوم ہے کہ مذہب کے خلاف اس حدیث سے خلاصی کے لئے ان کے اکابر نے عجیب و غریب باتیں کی ہیں، لیکن غازیپوری صاحب نے بدتمیزی و بدتہذیبی کی انتہا کر دی کہ غلط بیانی کا سہارا لیتے ہوئے عمرو بن سلمہ پر یہ بہتان تک داغ دیا کہ ''وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نما میں چوتڑ کا کھل جانا عیب ہے'' یہ غازیپوری کی صریح غلط بیانی اور جھوٹ ہے۔ بے ستری کی وجہ یہ قطعاً نہیں تھی کہ ''اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں ... عیب ہے'' کاش دیوبندیوں کے ''فخر المحدثین'' دفاعِ مذہب میں الفاظِ حدیث پر تدبر سے اعراض نہ فرماتے، بہرحال سنئے اس حدیث میں وجہ جو بیان ہوئی وہ کیا ہے؟ آیا غازیپوری دیوبندی بہتان یا کچھ اور؟ عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں:

'' وكانت علی بُردة كنت إذا سجدت تقلّصت عنّی ''

مجھ پر ایک چادر ہوتی تو جب میں سجدہ کرتا وہ چادر مجھ پر سے سمٹ یا سکڑ جاتی۔

(صحیح بخاری: ۴۳۰۲)

ابوداود کی ایک روایت میں الفاظ ہیں:

'' وعَلَيَّ بردة لی صغيرة صفراء، فكنت اذا سجدت تكشفت عنی ''

اور مجھے پر ایک چھوٹی زرد رنگ کی چادر ہوتی، جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر مجھ پر سے کھل

جاتی (جس کے سبب بے ستری ہوتی)'' (سنن ابی داود: ۵۸۵)

ابوداود کی دوسری روایت میں مزید وضاحت ہے:

''فکنتُ أؤُمّهم في بردة موصّلة فيها فتق فكنت اذا سجدت خرجت استي'' میں ان کی امامت کیا کرتا تھا ایک جوڑ لگی چادر میں جس میں (ایک) سوراخ تھا جب میں سجدہ کرتا تو میری بے سَتری ہو جاتی'' (سنن ابی داود: ۵۸۶)

غازیپوری صاحب کی ''دیانت'' دیکھئے اسی آخری روایت سے ایک جملہ نقل کر کے اس پر اپنے اعتراض کی بنیاد کھڑی کر دی، لیکن اس میں موجود یہ وضاحت کہ چادر میں سوراخ یا شگاف تھا (اور بے ستری ہو جانے کی یہی وجہ تھی) اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔ تا کہ مذہب کا دفاع ہو سکے۔ بہر حال اس کی کسی سند میں وہ بات نہیں کہ جو غازیپوری صاحب نے لکھی:

''اتنے چھوٹے تھے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں ...عیب ہے'' (نعوذ باللہ)

دیوبندیوں کے مفکرِ اسلام کیا کہنا چاہتے ہیں؟ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اور وہ صحابہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھ کر آئے تھے انھیں یہ تمیز تک نہ تھی کہ نماز میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا ہے (نعوذ باللہ) اور پھر کہنے کو تو ''فخر المحدثین، رئیس المحققین، مفکر اسلام'' ہیں، لیکن حدیث پر غور کرنے اور مزید تحقیق اور فکر کرنے سے ایسے عاری ہیں کہ ایک ایسی بات پر اعتراض جڑ دیا کہ جس کی تلافی و اصلاح بھی کر دی گئی تھی، کیا فخر المحدثین صاحب صحیح البخاری کی حدیث تک سے ناواقف ہیں؟ کیا حدیث میں یہ وضاحت نہیں کہ ''فقالت أمرأةٌ من الحيِّ، ألا تغطّونَ عنّا استَ قارئكم؟ فاشتروا فقطعوا لي قميصًا فما فرحتُ بشيء فرحي بذلك القميص'' ایک خاتون نے کہا: کیا تم ہم سے اپنے قاری کے ستر کو نہیں چھپاؤ گے؟ تو انھوں نے کپڑا خریدا اور میرے لئے ایک قمیص بنا ڈالی۔ اسلام لانے کے بعد میں اسقدر خوش کبھی نہ ہوا جتنا کہ اس قمیص کے حصول پر ہوا تھا'' (صحیح البخاری: ۴۳۰۲)

اور سنن ابی داود میں حصولِ قمیص کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں:

'فكنتُ أؤمهم و أنا ابن سبع أو ثمانٍ'' پس میں ان کی امامت کیا کرتا تھا جبکہ میں

سات یا آٹھ سال کا تھا'' (سنن ابی داود:۵۸۵)

غازیپوری صاحب! بے ستری والا مسئلہ مستمر نہ رہا اور اگر وہ ایسے ہی بے خیال تھے جیسے کہ آپ نے اپنی ''فقہ حنفی'' کے دفاع میں باور کرانا چاہا تو قمیص ملنے پر اس قدر خوشی کا اظہار کیوں فرمایا کہ اسلام کی نعمت کے بعد اس قمیص کو سب سے بڑی نعمت بیان فرمایا!!!

غور اور انصاف کیجئے تو آپ بھی یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہیں گے کہ ان کے پاس ایک چھوٹی سی غیر سالم چادر ہی تھی، اس مجبوری و عذر کی بنا پر (کبھی کبھار) بے ستری ہو جاتی تھی... مجبوری تھی کہ قوم کے لوگوں نے انھیں عمانی قمیص لے کر دے دی، اگر ان کے پاس اور کپڑے ہوتے تو نہ بے ستری ہوتی نہ قوم کو قمیص دلانے کی ضرورت پیش آتی۔

الغرض ان کا بیان واضح ہے کہ قمیص حاصل کرنے کے بعد بھی وہ سات آٹھ سال کی عمر میں بھی اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے کیونکہ قرآن زیادہ یاد تھا اور قوم میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی شامل تھے جو وفد کی شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نماز سکھائی تھی، نماز کے مسائل اور امامت کے لئے سب سے زیادہ قرآن جاننے والے کو منتخب کرنے کا حکم دیا تھا۔ آخر ان تمام صحابہ کا عمل آپ کے نزدیک حجت کیوں نہ بن سکا؟ حجت نہ مان کر بلکہ اعتراضات کر کے تو آپ خود اپنے ہی فتاویٰ کی زد میں آچکے ہیں۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہم یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ دیوبندیہ کے ''فخر المحدثین'' نے یہ بھی کہا:

''غیر مقلدین نے جس روایت سے اس مسئلہ میں (کہ بچے کی امامت جائز ہے) استدلال کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ حضرت عمرو بن سلمہ والی بات ضعیف ہے ... یعنی اس کو چھوڑو یہ کوئی چیز نہیں ہے، اور کبھی فرماتے ... مجھے پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے۔'' (المغنی ج۲ص ۲۲۹)'' (مسائلِ غیر مقلدین ص۱۸۰)

بلاشبہ ''المغنی'' میں اس روایت کے بارے میں ''بچوں کا بالغوں کی امامت'' کے مسئلہ میں یہی کچھ لکھا ہے لیکن ''فخر المحدثین'' صاحب کو یہ تو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عمرو بن سلمہ

رضی اللہ عنہ والی حدیث صحیح البخاری میں بھی موجود ہے، اور ہم انھیں یاد دلا دیں کہ اپنی اس کتاب سے پہلے موصوف "وقفة مع اللامذهبية" بھی تالیف فرما چکے ہیں، نیز اس کا ترجمہ اپنے شاگرد رضوان الرحمٰن قاسمی صاحب سے کرا چکے ہیں، آپ نے جو لکھا اس کی ترجمانی کرتے ہوئے رضوان صاحب نے لکھا: "امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف و خلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس و تدریس، شرح و تعلیق، استدلال و استخراج، افادہ و استفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دلچسپی کا محور بنی ہوئی ہے، **کسی حدیث کی صحت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے**، اور بلا شبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے، اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا، یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔" (آئینہ غیر مقلدیت ص ۲۰۶۔۲۰۷)

اگر جناب نے دل سے یہ سب کچھ لکھا ہے تو اس حدیث کو صحیح مان لیجئے کہ آپ کے بھی بقول "کسی حدیث کی صحت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔" تو جناب مِن و دیوبندیہ کے "فخر المحدثین" صاحب! یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔ پھر جرح کیوں کی؟ عقائد میں سہی فروع میں تو آپ غیر مقلد نہیں! اور شیعہ کہلوانا بھی پسند نہیں فرمائیں گے، ہاں! اگر اپنی فرضی داستان "لمحہ فکریہ" کے ہیرو "گاؤں کے چودھری" منکر حدیث بنے رہنے کا خیال نہیں تو "زمزم" کے کسی تازہ شمارہ میں رجوع کا اعلان فرما دیجئے، اگر مذکورہ بالا اقتباس دل سے نہیں بلکہ محض فصاحت و بلاغت اور لفاظی کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہے تو آپ کیوں علانیہ رجوع کرنے لگے، دونوں کتابوں کی دونوں متضاد باتوں کو یوں ہی چلاتے چلاتے چل بسیں گے، اور آپ کے عقیدت مندیوں ہی القابات سے نوازتے رہیں گے۔!!

[تنبیہ: امام احمد بن حنبل سے عمرو بن سلمہ والی حدیث کو ضعیف قرار دینا ثابت نہیں اور خطابی والی روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔]

غازیپوری صاحب! یوں تو آپ ''رئیس المحققین'' وکثیر المطالعہ سمجھے جاتے ہیں مگر اس معاملہ میں بھی آپ کی یہ بحث بھی آپ کی تحقیق ومطالعہ کی چغلی کھا رہی ہے۔ چنانچہ اس روایت کو ضعیف باور کرانے کے لئے آپ نے جن ابن قدامہ کی ''المغنی'' کا سہارا لیا وہی ابن قدامہ اسی ''المغنی'' میں اسی روایت سے ایک دوسرے مسئلہ میں استدلال بھی فرماتے ہیں، چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا: " **فان انکشف من العورة یسیر لم تبطل صلاته نص علیه أحمد و به قال ابو حنیفة وقال الشافعی تبطل لأنه حکم تعلق بالعورة فاستوی قلیله و کثیره کالنظرة. و لنا ما روی ابو داؤد باسناده عن أیوب عن عمرو بن سلمة قال انطلق أبي و افدًا إلی رسول الله ﷺ ... فکنت أؤمهم و علي برده لي صفراء صغیرة و کنت اذا سجدت انکشفت عني فقالت امراة من النساء واروا عنا عورة قارئکم، فاشتروا لی قمیصًا عمانیًا فما فرحت بشیءٍ بعد الاسلام فرحی به. و رواه أبو داود والنسائی أیضًا عن عاصم الاحول عن عمرو بن سلمة قال فکنت أؤمهم في بردة موصولة فیها فتق فکنت اذا سجدت فیها خرجت استی.**"

پس اگر ستر میں سے تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی، احمد نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی بات ابوحنیفہ نے کہی ہے اور شافعی نے کہا: نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ حکم ستر سے متعلق ہے تو نظر کی طرح اس کا قلیل وکثیر برابر ہے۔ **اور ہمارے لئے دلیل ہے** جو ابوداود نے اپنی اسناد سے ''عن ایوب عن عمرو بن سلمۃ'' سے روایت کیا عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: میرے والد اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ وفد کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے تو نبی ﷺ نے ان لوگوں کو نماز سکھائی اور کہا: تم میں سے زیادہ قرآن جاننے والا نماز کی امامت کرے۔ میں ان سے زیادہ قرآن جاننے والا تھا تو انھوں نے مجھے آگے کیا۔ مجھ پر زرد رنگ کی ایک چھوٹی چادر ہوتی تھی میں جب سجدہ کرتا تھا تو بے ستری ہو جایا کرتی تھی۔ ایک خاتون نے کہا: ہم سے اپنے قاری کا ستر چھپاؤ، تو ان لوگوں نے میرے

لئے ایک عمانی قمیص خریدی، اسلام کے بعد اس سے زیادہ میں کسی چیز پر خوش نہیں ہوا۔

اور ابوداود نے روایت کیا اسی طرح نسائی نے بھی عاصم الاحول سے انھوں نے عمرو بن سلمہ سے کہ انھوں نے کہا: میں ایک جوڑ لگی چادر میں جس میں سوراخ تھا ان لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا جب میں سجدہ کرتا تو بے ستری ہو جاتی تھی۔

(المغنی مسئلۃ ستر العورۃ ج ا ص ۶۷۷ مطبوعہ دار الکتب العربی، دوسرا نسخہ ص ۳۳۷۔۳۳۸ مسئلہ ۸۰۲ فصل ۸۰۵)

یہی ابن قدامہ اس روایت سے دوسری جگہ استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وهذا ينتشر ولم ينكر ولا بلغنا أن النبي ﷺ أنكره، ولأن ما صحت الصلاة مع كثيره حال العذر فرق بين قليله و كثيره في غير حال العذر“

اور یہ بہت پھیل گئی مگر اس پر انکار نہیں ہوا اور ہم تک یہ بات بھی نہیں پہنچی کہ نبی ﷺ نے اس کا رد کیا ہو۔ اور اس لئے بھی کہ حالت عذر میں جس چیز کی زیادہ مقدار کے ساتھ بھی نماز صحیح ہو تو عذر نہ ہونے کی حالت میں اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار میں فرق رکھا جائے گا۔

(المغنی ۱/ ۷۱۸)

پھر اسی میں یہ بھی لکھا ہے:

”قال ابو حنيفة ان انكشف من المغلظة قدر الدرهم أو من المخففة أقل من ربعهالم تبطل و إن كان أكثر بطلت. ولنا هذا شي لم يردالشرع بتقديره فرجع فيه إلى العرف“ اور ابوحنیفہ نے کہا: اگر ستر مغلظہ میں سے درہم برابر (ہتھیلی کی چوڑائی برابر) یا ستر مخففہ (شرمگاہ کے علاوہ ستر) میں سے چوتھائی برابر ظاہر ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی اور اگر اس سے زیادہ ہوگئی تو نماز باطل ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اس کی مقدار وارد نہیں تو عرف کی طرف رجوع ہوگا... اور بغیر دلیل کے محض تحکم کے ذریعے مقدار مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (المغنی ۱/ ۷۱۸)

غازیپوری صاحب! غور فرمائیے کہ جس حدیث کو علامہ ابن قدامہ نے ضعیف کہا، ”ستر“ کے مسئلہ پر اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ عمرو بن سلمہ پر انکار نہیں کیا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ غازیپوری صاحب نے اقوال وافعال صحابہ کو حجت نہ ماننے پر جو سخت فتوے لگائے وہ خود ان فتاویٰ کی زد میں ہیں کہ صحیح بخاری سے ثابت فعل صحابہ کو تسلیم کرنے اور حجت ماننے کے بجائے فقہ حنفی کے دفاع میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ پر غلط بیانی سے بھی نہ چوکے۔ اپنے سخت کلام میں جناب نے گڑھا تو دوسروں کے لئے کھودا تھا مگر خود اس میں غرق نظر آتے ہیں۔ پھر ایسے کتنے ہی آثارِ صحابہ صحیحہ موجود ہیں کہ جنھیں دیوبندی بشمول غازیپوری صاحب تسلیم کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ ملاحظہ کیجئے استاذِ گرامی حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون: آثارِ صحابہ اور آلِ تقلید (تحقیقی مقالات ۱/ ۲۰۰۔۲۱۲)

حافظ صاحب کے اس مضمون میں آلِ تقلید سے مراد بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں فرقے ہیں۔

امتِ مسلمہ کا اتفاق!

غازیپوری صاحب کا زعم ہے کہ شیعہ اور اہل حدیث کے علاوہ پوری امت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی اقوال وافعال حجت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غازیپوری صاحب کی معلومات کا کمال ہے، جن ''معلومات'' کی دیوبندی مبالغہ آمیز تعریفوں کے پل باندھتے نظر آتے ہیں۔ ان کے اس دعویٰ کے ابطال کے لئے اب تک ان کتبِ فقہ اور دیوبندیوں کی کتب سے پیش کردہ حوالے ہی کافی ہیں۔ مزید سنئے کہ دیوبندی، بعض احناف اور بعض اہل حدیث کے علاوہ امت مسلمہ کے دیگر لوگ بھی اسے حجت نہیں سمجھتے۔

۱: عبیداللہ بن مسعود حنفی نے (قول وفعل ومذہبِ صحابی کے بارے میں) لکھا:

''**فعند الشافعی رحمہ اللّٰہ تعالٰی لا یجب**'' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ (التوضیح ج ۲ ص ۱۷، دوسرا نسخہ ص ۴۴۷)

۲: یہی بات علامہ سرخسی حنفی نے بیان کی۔ دیکھئے اصول السرخسی (۲/ ۱۰۶)

۳: مؤلف ''المنار'' عبداللہ بن احمد النسفی نے اسے بیان کیا۔ (دیکھئے کشف الاسرار ۲/ ۱۰۲)

۴: ملاجیون حنفی نے بھی یہی بات نقل کی۔ (دیکھئے نورالانوار ص ۲۱۷)

۵: صاحب شرح الشرح نے بھی یہی بات نقل کی ہے۔ (شرح الشرح علی ھامش ص ۲۴۷)

۶: حسام الدین الاخسیکثی نے بھی یہی لکھا۔ دیکھئے (الحسامی ص ۱۹۱)

۷: عبدالحلیم لکھنوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (قمر الاقمار ص ۲۱۷)

۸: صاحب النامی نے بھی اسی طرح کہا۔ (النامی ص ۱۹۱)

۹: علامہ محبّ اللہ بہاری نے لکھا:

"**ونفاه الشافعی فی القول الجدید**" شافعی نے قول جدید میں اس کی نفی کی ہے۔

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت ۲/ ۲۳۵)

۱۰: علامہ عبدالعلی تھانوی نے مسلم الثبوت کی عبارت کی شرح میں لکھا:

"**ونفاه الشافعي فی القول الجدید و الشیخ ابو الحسن الکرخی منا و جماعة وعلی هذا استمرّ أصحاب الشافعي و قالوا قوله و قول مجتهد آخر سواء**" شافعی نے قول جدید میں اس کی نفی کی اور ہم میں سے ابوالحسن کرخی اور ایک جماعت نے بھی نفی کی اور اسی پر امام شافعی کے اصحاب قائم رہے اور انھوں نے کہا: صحابی کا اور دوسرے مجتہد کا قول برابر ہے۔ (فواتح الرحموت ۲/ ۲۳۵)

۱۱: ابو حامد محمد بن محمد یعنی غزالی نے لکھا:

"**وقد ذهب قوم اِلی أن مذهب الصحابي حجة مطلقاً، و قوم إلی أنه حجة اِن خالف القیاس و قوم إلی أن الحجة فی قول ابی بکر و عمر خاصة لقوله** ﷺ **:اقتدوا بالّذَیْنِ من بعدی، و قوم اِلی أن الحجة فی قوله الخلفاء الراشدین اذا اتفقوا، والکل باطل عندنا ، فان من یجوز علیه الغلط والسهو ولم تثبت عصمته منه فلا حجة فی قوله فکیف یحتج بقولهم مع جواز الخطأ، و کیف تدعی عصمتهم من غیر حجة متواترة ، و کیف یتصور عصمة قوم یجوز علیهم الاختلاف، و کیف یختلف المعصومان، کیف و قد اتفقت الصحابة علی جواز مخالفة الصحابة، فلم ینکر أبو بکر و عمر**

علی من خالفهما بالاجتهاد بل أوجبوا فی مسائل الاجتهاد علی کل مجتهد أن یتبع اجتهاد نفسه، فانتفاء الدلیل علی العصمة، ووقوع الاختلاف بینهم و تصریحهم بجواز مخالفتهم فیه ثلاثة أدلة قاطعة"

ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ مذہبِ صحابی علی الاطلاق حجت ہے، اور ایک قوم اس طرف گئی کہ حجت تو خاص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قول میں ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا، اور ایک قوم کا مذہب ہے کہ حجت خلفائے راشدین کے قول میں ہے جب ان کا اتفاق ہو، ہمارے نزدیک یہ سب نظریات باطل ہیں۔ چونکہ جس پر غلطی وسہو کا امکان ہو، اور اس کا معصوم ہونا بھی ثابت نہ ہو اس کے قول میں کوئی حجت نہیں۔ امکانِ خطا کے باوجود ان کے قول سے کس طرح حجت لی جا سکتی ہے اور متواتر دلیل کے بغیر ان کی عصمت کا تصور کس طرح کیا جا سکتا ہے! اور ایسی قوم کے معصوم ہونے کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے جن کا اختلاف میں پڑ جانا ممکن ہو! اور دو معصوم لوگ کیسے اختلاف کر سکتے ہیں! اور کیسے ہوسکتا ہے جبکہ صحابہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف کے جواز پر متفق ہیں! پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے ان کی کوئی مخالفت نہیں کی جنھوں نے اجتہاد میں ان سے اختلاف کیا، بلکہ مسائل اجتہادیہ میں ہر ایک مجتہد پر یہی لازم کیا کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے پس (۱) عصمت کی دلیل نہ ہونا (۲) صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف کا وقوع (۳) اور اپنی مخالفت کے جواز کی صراحت اس مسئلہ (عدم حجیت) کے تین دلائل قطعیہ ہیں۔

(المستصفیٰ ۱/۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۶۱۔۲۶۲)

پھر اس کے بعد "**وللمخالف خمس شبه**" مخالف کے پانچ شبہات ہیں کہہ کر قائلینِ حجیت کے پانچ شبہات نقل کئے، پھر ان کے تفصیلی جوابات دیئے، ان کا ذکر خاصی طوالت اختیار کر جائے گا، تفصیل کا شوق رکھنے والے قارئین کرام اصل کتاب کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

۱۲: صاحب النامی عبدالحق حقانی صاحب نے لکھا:

”وقال الشافعي في قوله الجديد و إليه ذهب كثير من المعتزلة والأشاعرة لا يقلّد أحدمنهم سواء كان مدركًا بالقياس أولا لأنه ظهر فيهم الفتوى بالرأي حيث لا يمكن انكاره واحتمال الخطأ فى اجتهادهم ثابت لعدم العصمة كما هو ثابت فى اجتهاد سائر المجتهدين ولا فرق بين ما لا يدرك بالقياس من المقادير ونحوها و بين غيره لانه يحتمل انما افتى فيما لا يدرك بالقياس لخبر ظنّه دليلاً ولم يكن هو دليلاً فى الواقع فلا يكون اجتهاده حجة على غيره من المجتهدين فكيف يترك به القياس “

اورشافعی نے جدید قول میں کہا اور معتزلہ واشاعرہ میں سے اکثر لوگوں کا یہی مذہب ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی بھی تقلید نہ کی جائے، مسئلہ خواہ مدرک بالقیاس ہو یا نہ ہو، چونکہ ان کا رائے سے فتویٰ دینا ایسے ظاہر ہو چکا ہے کہ اس سے انکار ممکن نہیں اور معصوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں خطا کا احتمال ثابت ہے، جیسا کہ وہ تمام مجتہدین کے اجتہاد میں بھی ثابت ہے اور غیر مدرک بالقیاس جیسے مقادیر اور اس طرح کی دیگر چیزوں اور مدرک بالقیاس میں کوئی فرق نہیں، چونکہ غیر مدرک بالقیاس معاملات میں بھی احتمال ہے کہ انھوں نے کسی حدیث کو دلیل سمجھ کر وہ فتویٰ دیا ہو جبکہ واقع میں وہ اس بات کی دلیل نہ ہو تو ان کا قول مجتہدین میں سے کسی پر حجت نہیں تو اس کی وجہ سے قیاس کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔“ (النامی شرح الحسامی ص ۱۹۱)

شارح نے معتزلہ واشاعرہ کا بھی یہی مذہب بتلایا ہے، معتزلہ کے بارے میں تو غازیپوری صاحب کلام کی گنجائش رکھتے ہیں لیکن کیا اشعریوں کو بھی رافضی کہیں گے جبکہ علماءِ دیوبند کے عقائد کی ”متفقہ دستاویز“ المہند علی المفند میں لکھا ہے:

”ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت ...اصول واعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے“ (المہند...ص ۲۹ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

قصہ مختصر کہ بہت سے اشعری بھی قول وفعل صحابی کو حجت نہیں مانتے اور دیوبندی خود

بھی قول وفعل صحابی کو حجت نہیں سمجھتے۔اشعری وماتریدی بھی ہیں اوراشعریوں کوحق پر سمجھتے ہیں۔

۱۳: معروف مفسر قاضی بیضاوی نے ''اختلافی دلائل'' کا ذکر کرتے ہوئے ''غیر مقبول ادلہ'' میں لکھا: '' **الثانی قیل قول الصحابی حجة، و قیل ان خالف القیاس و قال الشافعی فی القدیم ان انتشر و لم یخالف، لنا قوله تعالیٰ ''فاعتبروا'' یمنع التقلید، و اجماع الصحابه علی جواز مخالفة بعضهم بعضا و قیاس الفرع علی الاصول قیل أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم ، قلنا المراد عوام الصحابة، قیل اذا خالف القیاس فقد اتبع الخبر، قلنا ربما خالف لما ظنه دلیلاً ولم یکن''**

دوم: کہا گیا کہ قولِ صحابی حجت ہے اور یہ کہا گیا کہ اگر وہ قیاس کے خلاف ہو اور شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے کہ حجت ہے اگر وہ شائع ہو اور اس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ہمارے لئے دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ) اے آنکھ والو عبرت کرو، یہ دلیل تقلید سے روکتی ہے، نیز صحابہ کا ایک دوسرے سے اختلاف کے جواز پر اجماع اور (تیسری دلیل) فرعی مسائل کا اصول پر قیاس کرنا ہے، (قائلین کی طرف سے) کہا گیا (حدیث ہے) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جن کی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو گے، ہم نے کہا اس سے مراد عام صحابہ ہیں (یعنی خطاب ان سے ہے) کہا گیا اگر کسی صحابی نے قیاس کے خلاف کہا تو حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہوگا، ہم (جواباً) کہتے ہیں کبھی صحابی نے کسی حدیث کو دلیل سمجھ کر قیاس کے خلاف کہا جبکہ وہ اس مسئلہ کی دلیل نہ تھی۔ (المنہاج، مطبوعہ دار ابن حزم ۲/۹۵۳)

۱۴: سبکی نے اس کی شرح میں کہا:

'' اتفق اهل العلم علی أن قول الصحابی لیس حجة علی صحابی آخر مجتهد کما صرّح به القاضی أبو بکر فی التقریب و الارشاد باختصار امام الحرمین ، والمتاخرون منهم الآمدی وغیره ، و اختلفوا فی کونه حجة

على التابعين و من عداهم من المجتهدين فذهب الشافعي رضي الله عنه في الجديد والاشاعرة والمعتزلة و احمد بن حنبل في إحدى الروايتين والكرخي اِلى أنه ليس بحجة مطلقًا، وهو باختيار الامام و الآمدي وعليه جرى صاحب الكتاب و قال آخرون هو حجة مطلقًا وعليه الشافعي في القديم .'' اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کا قول دوسرے مجتہد صحابی پر حجت نہیں، جیسا کہ قاضی ابو بکر نے ''التقریب'' میں اور امام الحرمین کی اختصار کے ساتھ ''الارشاد'' میں اور متاخرین جن میں آمدی وغیرہ بھی ہیں اس کی صراحت کی ہے اور اس بات پر ان کا اختلاف ہے کہ تابعین اور ان کے علاوہ دیگر مجتہدین پر بھی حجت ہے یا نہیں۔ قولِ جدید میں امام شافعی اللہ اُن سے راضی ہو نیز اشاعرہ، معتزلہ اور ایک روایت کے مطابق احمد بن حنبل اور کرخی کا مذہب یہی ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں، یہی امام الحرمین و آمدی کا مذہب ہے اور اسی پر صاحبِ کتاب بیضاوی چلے ہیں۔ اور دیگر نے کہا یہ مطلقاً حجت ہے اور یہ امام شافعی کا قولِ قدیم ہے۔ (الابھاج فی شرح المنھاج ۳/۱۵۹)

۱۵: علامہ اسنوی نے منہاج کی عبارت کی شرح میں لکھا: '' اتفق العلماء كما قال الآمدي و ابن الحاجب على أن قول الصحابي ليس بحجة على أحد من الصحابه المجتهدين و هل هو حجة على غيرهم؟ حكى المصنف فيه أربعة اقوال... والرابع وهو المشهور عن الشافعي و أصحابه أنه لا يكون حجة مطلقًا.'' علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ آمدی اور ابن الحاجب نے کہا: مجتہد صحابہ رضی اللہ عنہم پر تو کسی صحابی کا قول حجت نہیں، آیا ان کے علاوہ دوسروں پر بھی حجت ہے یا نہیں؟ مصنف نے اس مسئلہ میں چار اقوال نقل کئے ہیں... چوتھا اور یہی قول امام شافعی اور ان کے اصحاب سے مشہور ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں۔ (نہایۃ السوٗل فی شرح منہاج الاصول ۲/۹۵۱۔۹۵۲)

۱۶: ابن قدامہ الحنبلی صاحبِ ''المغنی'' نے لکھا:

''فروى أنه حجة يقدم على القياس و يخص به العموم وهو قول مالك و

الشافعي في القديم و بعض الحنفية و روى ما يدل على أنه ليس بحجةٍ، و به قال عامة المتكلمين و الشافعي في الجديد، و اختاره ابو الخطاب لأن الصحابي يجوز عليه الغلط و الخطأ و السهو و لم تثبت عصمته"

(امام احمد سے) روایت کیا گیا کہ قول صحابی حجت ہے قیاس پر اسے مقدم کیا جائے گا نیز عموم کی تخصیص کی جائے گی، یہی امام مالک کا اور شافعی کا قول قدیم نیز بعض احناف کا قول ہے (امام احمد سے ایسی بھی) روایت ہے کہ جو دلالت کرتی ہے کہ قولِ صحابی حجت نہیں اور یہی عام متکلمین نے کہا اور یہی شافعی کا قول جدید ہے، اسی کو ابوالخطاب نے اختیار کیا چونکہ صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی غلطی، خطا اور سہو کا واقع ہونا ممکن ہے اور ان کا معصوم ہونا ثابت نہیں۔

(روضۃ الناظر ۱/ ۴۶۶۔۴۶۷، مطبوعہ الریان بیروت)

۱۷: خطیب بغدادی نے لکھا: "**إذا قال بعض الصحابة قولاً، ولم ينتشر في علماء الصحابة ولم يعرف له مخالف، لم يكن ذلك اجماعًا وهل هو حجة أم لا؟ فيه قولان أحدهما أنه حجة والقول الثاني ليس بحجة**" اگر بعض صحابہ نے کچھ کہا اور وہ قول علماء صحابہ میں مشہور نہ ہوا اور اس قول کا کوئی مخالف معلوم نہ ہوا تو یہ اجماع تو نہیں، آیا حجت بھی ہے یا نہیں؟ اس کی حجیت کے بارے میں دو قول ہیں، ان میں سے پہلا یہ کہ حجت ہے اور دوسرا یہ کہ حجت نہیں۔ (الفقیہ والمتفقہ ۱/ ۴۳۷، مطبوعہ دار ابن الجوزی)

پھر اس کے بعد خطیب بغدادی نے قائلین حجیت وعدم حجیت ہر دو کے دلائل بیان کئے۔

۱۸: علامہ عبیداللہ بن مسعود الحنفی نے لکھا:

"**واختلف في غيرهما و هو مالم يعلم اتفاقهم ولا اختلافهم**" جن مسائل میں صحابہ کا اتفاق واختلاف معلوم نہ ہو اس کی حجیت میں اختلاف ہے۔ (التوضیح ۲/ ۳۷)

۱۹: ملا جیون حنفی نے لکھا: "**يعني في كل ما قال صحابي رضي الله عنه قولا، ولم يبلغ غيره من الصحابة رضي الله عنهم، فحينئذ اختلف العلماء في تقليده، بعضهم يقلدونه و بعضهم لا**" ہر وہ چیز جس میں صحابی نے کچھ کہا اور صحابہ میں سے وہ قول کسی تک نہ پہنچا تو

اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کی تقلید کرتے ہیں اور بعض نہیں۔

(نورالانوار ۲/ ۶۱۸ مکتبۃ البشریٰ)

۲۰: جمیل احمد سکروڈی استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا:

''تقلید صحابہ کے بارے میں اختلاف ہے'' (؟)

یہ بیس (۲۰) حوالے ہیں۔ حوالے تو مزید بھی دیئے جا سکتے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، لیکن فرقہ دیوبندیہ کے ''فخر المحدثین، رئیس المحققین'' غازیپوری صاحب کی تحقیق کا اندازہ لگایئے کہ ''اتفاقی عقیدہ'' ہونے کا بے دلیل اور خلافِ حقیقت دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ مدارس عربیہ کے چھٹے، ساتویں درجات کے طلبہ بھی اس حقیقت سے بے خبر، لاعلم و ناواقف نہیں ہو سکتے۔

خود دیوبندی مدارس میں باقاعدہ پڑھائی جانے والی کتب میں بھی اس دعویٰ کے خلاف بہت کچھ موجود ہے مگر ''رئیس المحققین عندالدیوبندیہ'' اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اسی بنا پر سخت ترین فتوے لگائے بیٹھے ہیں۔

اگر ان کے ایسے سخت فتوؤں کو اہمیت دی جائے اور درست تسلیم کیا جائے تو نتیجتاً امتِ مسلمہ کے بہت سے ائمہ و اہل علم حضرات کو بے دین رافضی و کافر ماننا پڑے گا، حتیٰ کہ خود ائمہ احناف و اکابر دیوبند کو بھی۔ اب یہ غازیپوری صاحب اور ان کی کتب شائع کرنے والے گھمن صاحب اور ان کے ساتھیوں کی مرضی ہے کہ غازیپوری صاحب کے فتوے درست تسلیم کریں یا ابو حنیفہ، ابو یوسف، ابن فرقد، کرخی، دبوسی اور اکابر دیوبند کو رافضی مان لیں۔

یہ تو سخت ناانصافی ہوگی کہ جس بات کو بنیاد بنا کر بعض علمائے اہل حدیث کی عدم حجیت اقوال و افعال صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبارات پیش کر کے انھیں خارجی، دشمنِ صحابہ اور رافضی کہا جائے، ویسی ہی عبارات یا اقوال یا معاملات اپنوں کی بھی دیکھیں تو ان کی قصیدہ گوئی میں ہی مگن رہیں۔ الغرض اگر غازیپوری فتوے درست ہیں تو انھیں اپنے بڑوں کو، بلکہ خود اپنے آپ کو بھی رافضی تسلیم کرنا پڑے گا۔ وما علینا إلا البلاغ (ختم شد۔ ۲۰/ جنوری ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

غلام رسول سعیدی اور موضوع (جھوٹی) روایات

(قسط نمبر۲، آخری)

۷) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانا:

سعیدی صاحب نے اس مفہوم کا عنوان باندھ کر حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی (م ۴۳۰ھ) کے حوالے سے لکھا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں اور انھوں نے بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم پر چار تکبیریں پڑھی تھیں اور حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت صہیب نے حضرت عمر پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج۴ص ۹۶، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ)'' (نعمۃ الباری ج ۷ص ۶۱۷)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

'' **محمد بن زیاد عن میمون بن مھران عن ابن عباس ....** ''(حلیۃ الاولیاء ۴/ ۹۶)

محمد بن زیاد الطحان الیشکری الحنفی المیمونی راوی بہت بڑا کذاب ہے، جیسا کہ سابقہ فقرے میں محمد بن زیاد الخ کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے، لہٰذا یہ روایت بھی موضوع ہے۔

۸) پندرہ شعبان کی فضیلت اور سنن ابن ماجہ کی ایک موضوع روایت:

سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ سبحانہٗ اس رات غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پس فرماتا ہے: سنو! کوئی

بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو وہ اس کو عافیت میں رکھوں، سنو! کوئی (وہ یونہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۳۸۸، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۳۶، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۷۳۵، جامع المسانید والسنن مسند علی رقم الحدیث: ۴۰۷، اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں معتبر ہے)'' (تبیان القرآن ۱۰/ ۷۴۵)

یہ روایت جمع الجوامع میں بغیر کسی سند کے اور بحوالہ ابن ماجہ و شعب الایمان للبیہقی مذکور ہے، جبکہ جامع المسانید لابن کثیر میں بحوالہ ابن ماجہ مذکور ہے۔

سنن ابن ماجہ اور شعب الایمان میں اس کی سند درج ذیل ہے:

" ابن أبي سبرة عن إبراهيم بن محمد عن معاوية بن عبد الله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب قال قال رسول الله ﷺ "

ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ المدنی القرشی العامری:

ابن ابی سبرہ کے بارے میں محدثین کرام کی بعض گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام احمد بن حنبل نے فرمایا: " كان يضع الحديث " وہ حدیثیں بناتا تھا۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۱/ ۵۱۰ فقرہ: ۱۱۹۳، کتاب الجرح والتعدیل ۷/ ۳۰۶ ت ۱۶۶۱، وسندہ صحیح، مسائل صالح بن احمد بن حنبل ۲/ ۷۰، ۳ رقم: ۱۰۲۹، دوسرا نسخہ: ۸۰۶)

۲: حافظ ابن عدی نے فرمایا: " وهو في جملة من يضع الحديث " اور یہ ان لوگوں میں شامل ہے جو حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ (الکامل ۷/ ۲۷۵۲، دوسرا نسخہ ۹/ ۲۰۲)

۳: حافظ ابن حبان نے فرمایا: " كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات ، لا تحل كتابة حديثه ولا الاحتجاج به . " وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرنے والوں میں سے تھا، اس کی حدیث لکھنا حلال نہیں اور نہ اس سے استدلال جائز ہے۔ (کتاب المجروحین ۳/ ۱۴۷، دوسرا نسخہ ۲/ ۵۰۱)

۴: امام بخاری نے فرمایا:" منکر الحدیث"

(الکامل لابن عدی ۷/ ۲۷۵۱، دوسرانسخہ ۹/ ۱۹۸، وسندہ صحیح)

امام بخاری نے فرمایا: جنھیں منکر الحدیث کہا جائے تو میں ان سے روایت بیان کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ (التاریخ الاوسط ۲/ ۱۰۷)

نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۱/ ۶ ت ۳) اور لسان المیزان (۳/ ۸۳)

۵: عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی نے فرمایا:" وكان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات ، لا يحل كتبة حديثه ولا الاحتجاج به بحال."

(الانساب ۳/ ۲۱۴، السبری)

۶: حاکم نیشاپوری نے فرمایا:" يروي الأحاديث الموضوعات عن الشيوخ الأثبات..." (سوالات مسعود بن علی السجزی:۱۵۳)

۷: ابن الاثیر الجزری نے فرمایا:

" و كان ممن يروي الموضوعات عن الثقات ..."

(اللباب فی تہذیب الأنساب ۱/ ۴۲۷، السبری)

۸: نورالدین الہیثمی نے فرمایا:" و فيه أبو بكر بن أبي سبرة وهو كذاب"

(مجمع الزوائد ۶/ ۲۶۸)

اور فرمایا:" و فيه أبو بكر بن أبي سبرة وهو وضاع." (مجمع الزوائد ۴/ ۹)

۹: ابن الملقن نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

" وهذا إسناده واهٍ، أبو بكر بن أبي سبرة وضاع، كما قاله أحمد وغيره."

(البدر المنیر ۷/ ۱۶۰)

امام نسائی نے فرمایا:" متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین:۶۶۶)

ثابت ہوا کہ یہ روایت ابوبکر بن ابی سبرہ کذاب ومتروک کی وجہ سے موضوع ہے، لہٰذا اسے "بہت ضعیف" یا "صرف ضعیف" قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: جس راوی کو محدثین کرام نے کذاب، وضاع اور متروک قرار دیا ہو اور جمہور محدثین نے جرح کی ہو، اگر بعض نے اسے ضعیف لکھ دیا ہو تو ایسا راوی کذابین کے گروہ سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ ضعیف کذاب ہی رہتا ہے۔

ہر کذاب ضعیف بھی ہوتا ہے لیکن ہر ضعیف کا کذاب ہونا ضروری نہیں، لہٰذا ان دونوں گواہیوں میں کوئی تعارض نہیں۔

۹) نبی کریم ﷺ کی والدہ کو قبر میں زندہ کرنے والی روایت:

سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

''پھر امام ابن شاہین نے ان دونوں حدیثوں کی ناسخ حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدثنا محمد بن الحسن بن زیاد نا احمد بن یحییٰ نا ابو عروہ محمد بن یحییٰ الزھری نا عبدالوہاب بن موسیٰ الزہری از عبدالرحمٰن بن ابی الزناد از ھشام بن عروہ ان عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ مقام حجون پر افسردہ اور غمزدہ اترے، جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مقام حجون پر غمزدہ اترے تھے پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ خوشی خوشی لوٹے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔ (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴، رقم الحدیث: ۶۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۲ھ)''

(تبیان القرآن ج۸ص۴۹۹۔۵۰۰)

ابوبکر محمد بن الحسن بن زیاد النقاش المفسر الموصلی البغدادی:

اس روایت کے پہلے راوی محمد بن الحسن بن زیاد کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: حافظ ذہبی نے فرمایا: '' فإنه كذاب '' (میزان الاعتدال ۳/۵۱۶ ت ۷۳۹۰)

ابوعمروالدانی نے نقاش مذکور کی تعریف کی تو ذہبی نے فرمایا:" ولم یخبرہ "اور انھیں اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ (میزان الاعتدال ۳/۵۲۰ ت ۷۴۰۴)

ظاہر ہے کہ بے خبری اور بے علمی کی بات حجت نہیں ہوتی، چہ جائیکہ جمہور کی جرح کے مقابلے میں اسے کھڑا کر دیا جائے۔

۲: خطیب بغدادی نے فرمایا:" و فی أحادیثه مناکیر بأسانید مشهورة "اور اس کی بیان کردہ روایتوں میں مشہور سندوں کے ساتھ منکر حدیثیں ہیں۔

(تاریخ بغداد ۲/۲۰۲ ت ۶۳۵)

خطیب نے دو روایتیں ذکر کر کے فرمایا:

" و أقل مما شرح في هذين الحديثين تسقط به عدالة المحدث و يترك الاحتجاج به . " ان دونوں روایتوں سے کم از کم یہی واضح ہے کہ راوی کی عدالت ساقط ہے اور اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۰۴۔۲۰۵ مفہوماً)

۳: ابوبکر البرقانی نے فرمایا:" کل حدیثه منکر "اس کی (بیان کردہ) ہر حدیث منکر ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/ ۲۰۵)

بریلویہ و دیوبندیہ کے معتمد علیہ محمد زاہد الکوثری نے لکھا ہے:

" أقول: النقاش صاحب شفاء الصدور كذاب زائغ من أسقط خلق الله .."

میں کہتا ہوں: شفاء الصدور (کتاب) والا نقاش کذاب گمراہ ہے، وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے گرا ہوا ہے۔ (تأنیب الخطیب ص ۲۷)

صاحب کنز العمال نے بھی ابن زیاد النقاش کو متہم قرار دیا ہے۔(۱۰/۳۱۳ ح ۲۹۵۶۴)

محمد طاہر پٹنی نے لکھا ہے:" منکر الحدیث یکذب "(تذکرۃ الموضوعات ص ۲۸۹)

تنبیہ: طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد نام کا ایک معتزلی مجروح تھا جس نے مسند ابی حنیفہ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ خوارزمی حنفی نے اس کے بارے میں غلو کرتے ہوئے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے جامع المسانید ۲/ ۴۸۷)

اس طلحہ بن محمد نے ابن زیاد النقاش کے بارے میں کہا:

" کان یکذب فی الحدیث و الغالب علیه القصص."

وہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا اور عام طور پر قصے بیان کرتا تھا۔(تاریخ بغداد ۲/ ۲۰۵)

اس روایت کی سند طلحہ بن محمد تک صحیح ہے۔

اگر کوئی کہے کہ علی بن ایوب الکعبی نے ابن زیاد النقاش کی متابعت کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعبی مذکور غیر معروف ہے۔(دیکھئے لسان المیزان ۴/ ۱۹۲، دوسرا نسخہ ۴/ ۲۱۳)

بلکہ یہ بھی علی بن احمد الکعبی ہے جو مصری متہم ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۴/ ۱۹۲، دوسرا نسخہ ۴/ ۲۱۴)

صاحبِ لسان نے امام دارقطنی سے اس کی اس روایت کے بارے میں نقل کیا۔

یہ سند اور متن کی رُو سے باطل ہے الخ۔ (لسان المیزان ۴/ ۱۹۳، دوسرا نسخہ ۴/ ۲۱۴)

اب اس سند کے دوسرے راوی کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

احمد بن یحییٰ الحضرمی: اس کے ساتھ یہ منسوب ہے کہ اس نے مکہ میں حدیث بیان کی۔ ہمیں کسی کتاب میں اس راوی کی کوئی توثیق نہیں ملی اور نہ غلام رسول سعیدی صاحب کوئی توثیق پیش کر سکے ہیں، تاہم انھوں نے حافظ ابن حجر کے کلام سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ احمد بن یحییٰ بن زکیر المصری ہے۔ (تبیان القرآن ۸/ ۵۰۲)

عرض ہے کہ اس دعوے کی کوئی دلیل موجود نہیں، نیز یہ ابن زکیر بھی سخت مجروح ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا:" لیس بشيءٍ فی الحدیث " وہ حدیث میں کوئی چیز نہیں۔

(المؤتلف والمختلف ۲/ ۱۱۰۵، لسان المیزان ۱/ ۳۲۳ دوسرا نسخہ ۱/ ۴۹۰)

اسے کہتے ہیں کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

ہم تو کہہ رہے تھے کہ یہ راوی مجہول ہے، جبکہ سعیدی صاحب نے اسے مجروح ثابت کر دیا۔

اس سند کے تیسرے راوی کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ابوغزیہ محمد بن یحییٰ الزہری المدنی:

اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: "یضع" وہ (روایات) گھڑتا تھا۔

(الضعفاء والمتروکون:۴۸۱)

معلوم ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب نے چُن چن کر وضاعین کی روایات اکٹھی کر رکھی ہیں اور وہ اس طریقے سے اپنی کتابوں کا حجم بڑھانا چاہتے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں:

اب خاص اس روایت کے بارے میں محدثین کرام کی چند گواہیاں پیشِ خدمت ہیں:

۱: ابوالفضل ابن ناصر نے فرمایا: "**هذا حديث موضوع، و أمّ رسول الله ﷺ ماتت بالأبواء بين مكة و المدينة و دفنت هناك وليست بالحجون .**"

یہ روایت موضوع ہے، رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکے اور مدینے کے درمیان اَبواء کے مقام پر فوت ہوئیں اور وہیں ان کی قبر بنی، انھیں حجون (مکے) میں دفن نہیں کیا گیا۔

(الموضوعات لابن الجوزی ۱/۲۸۴ دوسرا نسخہ ۲/۱۳)

امام ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر السلامی البغدادی رحمہ اللہ (م ۵۵۰ھ) بڑے ثقہ امام تھے۔ انھیں ابن الجوزی، ابوسعد السمعانی اور ابن النجار وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۲۶۷۔۲۶۹)

حافظ ذہبی نے انھیں "**ثقة ثبت إمام**" کہا۔ (تاریخ الاسلام ۳۷/۴۱۰)

امام محمد بن ناصر نے اپنے دعویٰ پر یہ تاریخی دلیل بھی پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ابواء (مدینے کے قریب ایک مقام) میں فوت ہوئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی، السیرۃ النبویہ ص ۵۰)

سعیدی صاحب اپنی لکھی ہوئی ضخیم جلدوں کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ ابواء میں نہیں بلکہ مکے میں فوت ہوئی تھیں اور حجون (مکہ) میں ہی ان کی قبر بنی۔

۲: حافظ ابن الجوزی نے فرمایا: "**هذا حديث موضوع بلا شك**" إلخ

بے شک یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

(کتاب الموضوعات ۱/۲۸۴، دوسرا نسخہ ۲/۱۲)

۳: حافظ ذہبی نے خاص اس روایت کے بارے میں فرمایا:

" **فإن هذا الحديث كذب**..." بے شک یہ روایت جھوٹ ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/۶۸۴ ت ۵۳۲۶)

۴: امام دارقطنی نے بھی اسے منکر باطل قرار دیا۔ (لسان المیزان ۴/۹۱)

۵: حسین بن ابراہیم جورقانی نے کہا: " **هذا حديث باطل** "

(الاباطیل والمناکیر ۱/۲۲۴ ح ۲۰۷)

ملا علی قاری حنفی نے کہا: یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ ابن دحیہ نے کہا اور میں نے اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ص ۱۰۸ رقم ۱۶)

ہمارے علم کے مطابق ابن شاہین (الناسخ والمنسوخ ح ۶۵۶، دوسرا نسخہ: ۶۴۶) کی اس روایت کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے صحیح یا حسن نہیں کہا، اور کبار محدثین کے مقابلے میں سیوطی وغیرہ متساہلین کی آراء کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس موضوع روایت کے شواہد بھی موضوع و مردود ہیں۔

تنبیہ: مشہور صحیح حدیث "**ارم فداك أبي و أمي**" کی رو سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں سکوت کرنا ہی بہتر ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نازک مسئلے پر سعیدی و سیوطی وغیرہما موضوع و بے اصل روایات بیان کرنا شروع کر دیں یا صحیح احادیث کا انکار کر دیں۔

۱۰) جمعہ کے دن مرنے والے پر شہداء کی مہر:

غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے:

"اور امام ابونعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن فوت ہوا اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور جب وہ

قیامت کے دن آئے گا تو اس پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۵۵)
اس کی سند میں عمر بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔'' (تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۸۶)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''**عمر بن موسی بن الوجیه عن محمد بن المنکدر عن جابر قال قال رسول الله ﷺ.**''

عرض ہے کہ عمر بن موسیٰ الوجیہی صرف ضعیف نہیں بلکہ کذاب اور وضاع بھی ہے، جیسا کہ درج ذیل محدثین کرام کی گواہیوں سے ثابت ہے:

عمر بن موسیٰ بن وجیہ الوجیہی المیثمی الحمصی:

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''**کذاب لیس بشيءٍ**''
وہ کذاب ہے، کوئی چیز نہیں۔ (سوالات ابن الجنید: ۵۳۵)

۲: ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ''**متروك الحدیث، ذاهب الحدیث، کان یضع الحدیث**'' (کتاب الجرح والتعدیل ۶/ ۱۳۳ ت ۷۲۷)

۳: اسماعیل بن عیاش نے عمر بن موسیٰ الوجیہی سے کہا: تو نے خالد بن معدان سے کس سن میں سنا تھا؟ اس نے کہا: ۱۰۸ھ میں۔ اسماعیل بن عیاش نے فرمایا: تو نے اُن کی وفات کے چار سال بعد سنا ہے!!

پھر پوچھا: تو نے اُن سے کہاں سے سنا تھا؟ اس نے کہا: ارمینیہ اور آذربائیجان میں۔ انھوں نے فرمایا: وہ (خالد بن معدان رحمہ اللہ) کبھی ارمینیہ اور آذربائیجان میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۶/ ۱۳۳، وسندہ حسن)

۴: حافظ ابن عدی نے فرمایا: ''**وهو بیّن الأمر فی الضعفاء وهو في عداد من یضع الحدیث متناً و إسناداً.**'' اور ضعیف راویوں میں اس کا معاملہ واضح ہے، وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو سند اور متن کے لحاظ سے حدیثیں گھڑتے تھے۔

(الکامل ۵/ ۱۶۷۳، دوسرا نسخہ ۶/ ۲۳)

امام ابن عدی کے اس قول سے ثابت ہوا کہ ضعیف راوی کذاب بھی ہوسکتا ہے، لہٰذا ضعیف اور کذاب کہنے میں کوئی تعارض و تناقض نہیں۔

۵: حافظ ذہبی نے فرمایا: "وضاع" وہ احادیث گھڑنے والا ہے۔

(تلخیص المستدرک ۳/۱۲۴ ح ۴۶۲۶)

۶: ہیثمی نے فرمایا: "وھو کذاب" (مجمع الزوائد ۸/ ۴۹)

اور فرمایا: "وھو وضاع" (مجموع الزوائد ۵/ ۱۳۵)

۷: حافظ ابن حبان نے فرمایا: "**كان ممن يروي المناكير عن المشاهير فلما كثر [في] روايته عن الثقات مالا يشبه حديث الأثبات ، خرج عن حد العدالة فاستحق الترك .**" وہ مشہور راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا، پھر جب اس کی روایتوں میں ثقہ راویوں سے ایسی روایتوں کی کثرت ہوگئی جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں تو وہ حدِ عدالت سے نکل گیا پھر متروک قرار دیئے جانے کا مستحق ٹھہرا۔

(کتاب المجروحین ۲/ ۸۶، دوسرا نسخہ ۲/ ۵۸)

۸: امام بخاری نے فرمایا: "**منكر الحديث**"

(التاریخ الکبیر ۶/ ۱۹۷، الکامل لابن عدی ۵/ ۱۶۷۰، دوسرا نسخہ ۶/ ۱۳، وسندہ صحیح)

۹: سیوطی نے بھی سخت متساہل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود لکھا:

"**یضع**" وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔ (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۲/ ۴۱۲)

ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ سعیدی صاحب نے تفسیر قرآن اور شرح صحیح بخاری کے نام سے موٹی موٹی کتابیں لکھ کر کذاب راویوں کی موضوع روایات سے استدلال کیا ہے اور بعض جگہ موضوع روایتوں کو صرف ضعیف کہہ کر "فضائل اعمال میں انھیں معتبر" قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

سعیدی صاحب کی بیان کردہ موضوع روایات اور بھی بہت ہیں۔ مثلاً دیکھئے:

۱: **غلام رسول سعیدی، حیلہ اسقاط اور ایک موضوع روایت**

(طبع ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو: ۱۰۳ ص ۴۳۔۴۵)

۲: **غلام رسول سعیدی: ایک موضوع روایت اور قربانی کا وجوب؟** (تاحال غیر مطبوع)

سعیدی صاحب نے بہت سی بے اصل و بے سند روایات بھی لکھ رکھی ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا کسی وعدے پر اس جگہ ایک سال انتظار کرنا۔

(تبیان القرآن ۷/ ۲۹۰ بحوالہ تفسیر کبیر للرازی ۷/ ۵۴۹)

۲: **موطأ امام مالک کی بے سند و بے اصل روایت کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔''**

(نعمۃ الباری ۲/ ۳۰۱)

اگر سعیدی صاحب یا آلِ بریلی کو اس روایت کی کوئی سند مل گئی ہے تو پیش کریں، ورنہ موطا کا نام لے کر رعب جمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب کی مذکورہ تین کتابوں (تبیان القرآن، نعمۃ الباری یا نعم الباری اور شرح صحیح مسلم) میں اور بھی بہت سی موضوع، من گھڑت، باطل، مردود اور ضعیف روایات، نیز مردود و باطل آثار اور ائمہ کی طرف منسوب اقوال موجود ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ان کی تحریرات و تحقیقات پر اعتماد صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سعیدی صاحب کو اس جرم عظیم سے توبہ کرنے کی استطاعت دے اور ہم سب کو ہمیشہ سچ لکھنے، سچ بیان کرنے سچ پڑھنے، سچ سننے اور سچ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غلام رسول سعیدی صاحب کا امام ابو حنیفہ سے اختلاف:

سعیدی صاحب نے کئی اہم مسائل میں اپنے مزعوم امام سے اختلاف کر رکھا ہے۔ مثلاً:

۱: سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

''امامِ اعظم نے احادیث کو قبول کرنے لیے بڑی کڑی شرطیں عائد کی ہیں اور اس سلسلہ میں

جو اصول اور قواعد مقرر فرمائے ہیں، وہ آپ کی دور رس نگاہ اور تفقہ پر مبنی ہیں۔''

(تذکرۃ المحدثین ص ۸۲)

عرض ہے کہ سعیدی صاحب نے ان مزعومہ کڑی شرطوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور امام ابوحنیفہ کے مزعومہ اصول وقواعد کا جنازہ نکالتے ہوئے اپنی تصنیفات میں کذاب، متروک اور مجروح راویوں کی موضوع ومردود روایات سے بے تحاشا استدلال کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ روایتِ حدیث میں احتیاط سے ہزاروں لاکھوں میل دُور ہیں۔

۲: امام ابوحنیفہ کا مشہور قول ہے کہ ''**ما رأیت أحدًا أکذب من جابر الجعفي.**''
میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔(العلل الصغیر للترمذی ص ۳ ب وسندہ حسن)

یہ قول اسماء الرجال کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری: ۱۳۹۸) الکامل لابن عدی (۲/ ۵۳۷، دوسرا نسخہ ۲/ ۳۲۷) کتاب الضعفاء للعقیلی (۱/ ۱۹۶ ت ۲۴۰) کتاب المجروحین لابن حبان (۱/ ۲۰۹ دوسرا نسخہ ۱/ ۲۴۶) میزان الاعتدال (۱/ ۳۸۰ ت ۱۴۲۵) تہذیب الکمال (۱/ ۴۳۱) تہذیب التہذیب (۲/ ۴۸، دوسرا نسخہ ۲/ ۴۲) وغیر ذلک۔

حنفیوں نے بھی جابر جعفی پر امام صاحب کی یہ جرح نقل کر رکھی ہے۔ مثلاً دیکھئے مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار للعینی (۱/ ۱۳۶)

حنفیوں کو دُور چھوڑ یئے! بریلویہ کے ''امام'' احمد رضا خان نے بھی امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ''اور جابر جعفی سے زیادہ جُھوٹا کوئی نہیں دیکھا'' (فتاویٰ رضویہ ۵/ ۶۰۸)

جابر جعفی کی اگرچہ بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے لیکن جمہور محدثین اس پر شدید جرح کی ہے، مثلاً امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''**وکان جابر الجعفي کذاباً**'' اور جابر جعفی کذاب تھا۔(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۱۳۹۷)

حافظ ابن حجر اور حافظ عراقی نے فرمایا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(طبقات المدلسین ۱۳۳/ ۵، تخریج احیاء العلوم ۴/ ۲۸۵)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کذاب راوی جابر الجعفی کی روایت سے سعیدی صاحب نے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے شرح صحیح مسلم ج اص ۱۱۱۵، طبع خامس ۱۹۹۵ء)

جس شخص کو اپنے مزعوم امام کی گواہی پر ہی اعتماد نہ ہو، وہ کس منہ سے اپنے آپ کو حنفی باور کرانے کی کوشش کرتا ہے؟!

ہم نے آلِ تقلید کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اگر کوئی راوی ان کی من پسندیدہ روایت کی سند میں ہوتو اس کی توثیق ثابت کرنے میں جُت جاتے ہیں اور زمین و آسمان کے قلابے ملانے میں مگن ہو جاتے ہیں، لیکن اگر یہی راوی ان کی مرضی کے خلاف کسی روایت میں ہوتو اسی پر قسما قسم کی جرحیں شروع کردیتے ہیں۔ کیا موت کا وقت قریب نہیں ہے؟!

(۱۴/ اپریل ۲۰۱۳ء)

اہلِ بدعت کی ایک بڑی نشانی

سلام بن ابی مطیع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایوب (السختیانی) نے اہلِ بدعت میں سے ایک آدمی کی طرف دیکھا تو فرمایا: میں اس کے چہرے پر ذلت (کے آثار) دیکھ رہا ہوں۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''جو لوگ بچھڑے کو (پرستش کے لئے) لے بیٹھے ہیں عنقریب ان پر ان کے رب کا غضب نازل ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (اس کے علاوہ) اور ہم افترا پردازوں کو (ان کے کرتوتوں کا) اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۵۲، الکتاب ص ۱۰۳)

پھر انھوں نے فرمایا: یہ ہر مفتری (کذاب باطل پرست) ہے۔

سلام بن ابی مطیع نے فرمایا: ایوب (السختیانی رحمہ اللہ) اہلِ بدعت کو خوارج کے نام سے موسوم کرتے اور فرمایا: خوارج کے ناموں میں اختلاف ہے مگر وہ (امت یعنی صحیح العقیدہ مسلمانوں پر) تلوار چلانے (یعنی مسلمانوں کا قتل عام کرنے) پر اکٹھے ہیں۔

(الجعدیات: ۱۲۳۶، وسندہ صحیح)

نوید شوکت (ڈربی۔برطانیہ)

''ڈاکٹر'' اشرف جلالی (بریلوی) اور ضعیف روایت

''ڈاکٹر'' اشرف جلالی صاحب جو کہ کئی سالوں سے پاکستان کے مختلف شہروں میں ''عقیدۂ توحید سیمینار'' کے نام سے مختلف پروگرام کر رہے ہیں اور جو بریلوی حضرات شرک وبدعات کرتے ہیں اسے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، شرک وبدعات کے جواز کے لئے ضعیف وموضوع روایات، غیر ثابت اور جھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں انھوں نے نبی کریم ﷺ سے مانگنے کے بارے میں ایک روایت پیش کی ہے کہ نبی ﷺ سے مانگنا جائز ہے اور کہا: ''یہ عقیدہ تو صحابہ کا بھی تھا، تابعین کا بھی تھا اور تبع تابعین کا بھی تھا۔ یہ عقیدہ ساری صدیوں میں موجود رہا ہے اور آج بھی اس عقیدے پر امت مسلمہ موجود ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کے فرامین اور امت کا عمل پریکٹیکل پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو واضح ہو کہ اہلسنت (یعنی اہل بدعت) کھوکھلی بنیادوں والا مذہب نہیں ہے۔'' ایک اور بیان میں جلالی صاحب نے کہا: ''نبی ﷺ کے وصال کے بعد اٹھارہ (۱۸ھ) ہجری کو جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو اس وقت صحابہ کا عقیدہ کیا تھا؟''

اس کے لئے انھوں نے البدایہ والنہایہ سے روایت پیش کی اور کہا: ''پوری سند کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور چونکہ ان کے امام نے بھی کہا ہے کہ یہ بالکل صحیح الاسناد ہے۔'' اور کہا: ''کسی کو بہانے کی گنجائش نہیں دیں گے اور اگر کسی کا بہانہ ہوا بھی تو آخری سانس تک اس سند کو پاورفل (POWERFUL) ثابت کریں گے۔''

ایک بیان میں انھوں نے اس روایت کو ابن ابی شیبہ کے حوالے سے پیش کیا اور کہا: حافظ ابن حجر نے اس کو فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے۔

''مالک الدار کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا، پس ایک آدمی نبی ﷺ کی قبر کی طرف آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اپنی امت کے لئے بارش

طلب کیجئے پس بیشک وہ ہلاک ہو رہے ہیں تو رسول اللہ (ﷺ) اس کی خواب میں آئے اور کہا: عمر کے پاس جا اور اس کو میرا اسلام کہنا اور خبر دینا کہ بارش ہوگی اور عمر کو کہنا کہ دانائی لازم پکڑو۔ پس آدمی آیا اور خبر دی عمر کو تو انھوں نے کہا: اے میرے رب میں کمی نہیں کروں گا مگر جس سے میں عاجز آ گیا۔'' (انتہیٰ کلام الجلالی البریلوی)

یہ روایت مختلف کتابوں میں موجود ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱) محدث بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ میں نقل کیا:

أخبرنا أبو نصر بن قتادة و أبو بكر الفارسي قالا: حدثنا أبو عمر ابن مطر: حدثنا إبراهيم بن علي الذهلي: حدثنا يحيى بن يحيى: حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك قال ... إلخ (جلد۷)

اور یہی سند حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں بحوالہ بیہقی درج کی ہے۔ (ج۷ص۸۹)

۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی سند اس طرح ہے: **حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار قال ... إلخ** (ج۷ص۴۸۲)

۳) فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسی روایت کو ذکر کیا۔

حافظ ابویعلیٰ الخلیلی نے اسے اس طرح روایت کیا ہے: **حدثنا محمد بن الحسن بن الفتح: حدثنا عبد الله بن محمد البغوي: حدثنا أبو خيثمة: حدثنا محمد بن خازم الضرير: حدثنا الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار...** (الارشاد ج۱ص۳۱۳)

اس کی تمام سندوں میں ایک راوی ہیں جس کا نام ہے سلیمان بن مہران الاعمش اور وہ مشہور مدلس ہیں، اس روایت کی کسی بھی سند میں ان کی تصریح بالسماع نہیں، اور امام اعمش کو بہت سے علماء نے مدلس قرار دیا ہے۔

۱: انھیں ان کے شاگرد امام شعبہ نے مدلس قرار دیا۔

(دیکھئے جزء مسئلۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص۴۷ وسندہ صحیح)

۲: اعمش کو ان کے شاگرد ابو معاویہ نے بھی مدلس قرار دیا۔ (التاریخ الکبیر ۱/۷۴ وسندہ صحیح)

۳: ابوزرعہ الرازی نے فرمایا:" الأعمش ربما دلس "اعمش بعض اوقات تدلیس کرتے تھے۔ (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج اص ۱۴، رقم ۹)

۴: ابوحاتم الرازی نے بھی انھیں مدلس قرار دیا۔ (علل الحدیث: ۲۱۱۹، الجرح والتعدیل ۸/ ۱۷۹)

۵: امام عثمان بن سعید الدارمی نے انھیں تدلیس التسویہ کا مرتکب قرار دیا۔

(تاریخ الدارمی: ۹۵۲)

۶: امام بخاری نے اعمش کی ایک معنعن روایت پر اعتراض کیا۔

(التاریخ الاوسط ۲/ ۸۰۱ ح ۵۵۰، التنکیل ۱/ ۵۱)

۷: علامہ نووی نے کہا:" والأعمش مدلس ... إلخ "اور اعمش مدلس تھے۔

(شرح صحیح مسلم ج اص ۷۲ ح ۱۰۹)

۸: عینی حنفی نے بھی اعمش کو مدلس قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ۲/ ۳۵۴ تحت ح ۱۱۶۰)

اس کے علاوہ بھی کئی علماء نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جب تک تصریح بالسماع نہ کرے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:"فقلنا :لا نقبل من مدلس حديثاً حتى يقول فيه حدثني أو سمعت" پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے۔ (کتاب الرسالہ: ۱۰۳۵)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: " فما لم يقل المدلس و إن كان ثقة حدثني أو سمعت فلا يجوز الاحتجاج بخبره ، و هذا أصل أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله و من تبعه من شيوخنا "

پس جب تک مدلس اگر ثقہ ہو، حدثنی یا سمعت نہ کہے تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور یہ ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل ہے اور ہماری اساتذہ کا اصول ہے جنھوں نے اس میں ان کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔ (کتاب المجروحین ج اص ۹۲)

اعمش اپنے نزدیک غیر ثقہ راوی سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

(دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ۱/ ۳۰۱ نسخہ اخریٰ ۱/ ۳۲۲ نسخہ جدیدۃ ۲/ ۱۴۸، وسندہ حسن لذاتہ)

جوراوی ضعیف راویوں سے تدلیس کرے تو اس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

(الموقظۃ للذہبی ص ۱۳۲، المعنعن)

کئی علماء جو اس فن کے ماہر تھے، انھوں نے بھی الاعمش عن ابی صالح کی سند سے روایات کو اعمش کی تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا ہے۔ مثلاً:

۱: امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

"حديث الأعمش عن أبي صالح الإمام ضامن ، لا أراه سمعه من أبي صالح" اعمش کی ابوصالح سے الامام ضامن والی حدیث، میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے اسے ابوصالح سے سنا ہے۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۸۲)

۲: حاکم نیشاپوری نے ایک حدیث کے بارے میں کہا: "لم يسمع هذا الحديث الأعمش من أبي صالح" اعمش نے ابوصالح سے یہ حدیث نہیں سنی۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۵)

۳: بیہقی نے فرمایا: " و هذا الحديث لم يسمعه الأعمش باليقين من أبي صالح ... إلخ " اور یہ حدیث اعمش نے یقیناً ابوصالح سے نہیں سنی.. الخ

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۴۳۰)

۴: امام دارقطنی نے الاعمش عن ابی صالح والی ایک روایت کے بارے میں کہا:

" و لعل الأعمش دلسه عن حبيب و أظهر اسمه مرة والله أعلم"

اور شاید اعمش نے حبیب سے تدلیس کی اور ایک دفعہ اس کا نام ظاہر کر دیا۔ واللہ اعلم

(العلل الواردۃ ج ۱۰ ص ۹۵)

اس سے پتا چلا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر کا اس روایت کو صحیح کہنا اصولِ حدیث کی رُو سے درست نہیں بلکہ اصولِ محدثین کی رو سے یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے اور جب تک امام الاعمش کی تصریح بالسماع نہیں مل جاتی اس وقت تک یہ روایت ضعیف

ہی ہے۔ ''ڈاکٹر'' صاحب کا یہ کہنا کہ ہم اس سند کو پاور فل ثابت کریں گے (!) اس پر زور لگانا بے سود ہے جب تک اس روایت میں تصریح بالسماع ثابت نہ کر دی جائے۔ ''ڈاکٹر'' صاحب اور فرقۂ بریلویہ سے گزارش ہے کہ اگر ان کو یہ مضمون پہنچے تو وہ اس کو پڑھ کر اس پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب اصولِ حدیث کی رو سے دیں۔

یہ تو محدثین کی گواہیاں تھیں، آخر میں ہم ''ڈاکٹر'' صاحب کے گھر سے بھی ایک گواہی دے دیتے ہیں، محمد عباس رضوی صاحب نے ایک روایت کو جو الاعمش عن ابی صالح ...الخ کی سند سے تھی اس کے بارے میں کہا: ''اور چونکہ اس سند میں بھی امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے عن سے روایت کی وہ چونکہ مدلس ہیں لہٰذا یہ روایت نا قابل قبول ہے۔'' (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۲۵۴)

اس روایت میں جو علت ہے وہی علت مالک الدار والی روایت میں بھی ہے اور اگر یہ ضعیف ہے تو وہ صحیح کیسے ہوگئی؟ اس کے علاوہ الارشاد والی سند میں ایک اور راوی محمد بن الحسن بن الفتح ہے جو کہ مجہول الحال ہے اس کی حالات کہیں نہیں ملے، لہٰذا ابو معاویہ (مدلس) کی تصریحِ سماع میں بھی نظر ہے۔ تو ایسی ضعیف اور غیر ثابت روایتیں پیش کر کے عوام کو دھوکہ دینا اور ان کو یہ باور کرانا کہ صحابہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر الزام ہے۔ ''ڈاکٹر'' صاحب کی تقریروں میں اس طرح کی بہت سی روایات پائی جاتی ہیں کیونکہ بریلویت کی گاڑی چلتی ہی ضعیف اور مردود روایات کے سہارے پر ہے۔

اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی ''ڈاکٹر'' صاحب کو یہ مفید نہیں تھی کیونکہ بریلوی حضرات کا یہ باطل قاعدہ ہے کہ عقائد میں اخبار آحاد صحیح بھی حجت نہیں، جیسا کہ بریلویت کے بانی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

''عقائد میں حدیث آحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۷)

اگر صحیح روایت خبر واحد عقیدے میں حجت نہیں تو پھر ''ڈاکٹر'' صاحب ضعیف روایات کے ذریعے سے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لئے کیوں دن رات کوشش کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح روایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی

بنوحکم (بن ابی العاص) کا منبرِ رسول پر بندروں کی طرح اچھلنا کودنا

امام ابویعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" **حدثنا مصعب بن عبد اللّٰه : حدثني ابن أبي حازم عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه ﷺ رأى فى المنام كأن بني الحكم ينزون علىٰ منبره و ينزلون فأصبح كالمتغيظ و قال : ما لي رأيت بني الحكم ينزون علىٰ منبري نزو القردة ؟** " ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا، گویا آپ کے منبر پر بنوحکم چڑھ رہے ہیں اور اتر رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو گویا آپ غصے میں تھے اور آپ نے فرمایا: کیا ہے کہ میں نے بنوحکم کو دیکھا: وہ میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے تھے؟ (مسند ابی یعلیٰ ج ۱۱ ص ۳۴۸ ح ۶۴۶۱)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱: مصعب بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر الزبیری القرشی الاسدی رحمہ اللہ (م ۲۳۶ھ)، ان سے ابوداود فی غیر السنن، عبد اللہ بن احمد بن حنبل، مسلم بن الحجاج خارج الصحیح لیعقوب بن سفیان الفارسی، ابوزرعہ الرازی اور ابوحاتم الرازی نے روایت بیان کی اور یہ سب اپنے نزدیک (عام طور پر) ثقہ سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: " **مستثبت** " (سوالات ابی داود: ۵۹۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " **ثقة** " (تاریخ بغداد ۱۳/۱۱۴ ت ۷۰۹۶ وسندہ حسن)

امام دارقطنی نے فرمایا: " **ثقة** " (تاریخ بغداد ۱۳/۱۱۴، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۹/۱۷۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " **العلامة الصدوق الإمام** " (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۰)

اورفرمایا:" ثقة غمز للوقف " ثقہ ہیں،ان پر(قرآن کے مخلوقِ یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں)توقف کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ (الکاشف ۳/۱۵۰ت ۵۴۶۲)

حاکم اور ذہبی دونوں نے مصعب بن عبداللہ کی بیان کردہ ایک حدیث کو صحیح کہا۔

(المستدرک ۴/۲۲ح ۶۷۷۲ وتلخیصہ)

ضیاء المقدسی نے المختارہ میں ان سے حدیث بیان کی۔(۵/۲۵۳ح ۱۸۸۱)

حافظ ابن حجر نے فرمایا:" صدوق عالم بالنسب ." (تقریب التہذیب:۶۶۹۳)

جمہور کی اس توثیق سے ثابت ہوا کہ وہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۲: عبدالعزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار رحمہ اللہ، صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا:" صدوق فقيه " (تقریب التہذیب:۴۰۸۸)

حافظ ذہبی نے ایک شاذ جرح کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

" بل هو حجة في أبيه وغيره." (سیر اعلام النبلاء ۸/۳۶۴)

جمہور کی توثیق کے بعد ان پر جرح مردود ہے۔

۳: علاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اوران پر جرح مردود ہے۔

۴: عبدالرحمٰن بن یعقوب صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب:۴۰۴۶)

ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔حاکم نے اس مفہوم کی حدیث **مسلم بن خالد الزنجي (ضعيف ضعفه الجمهور) عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة** کی سند سے بیان کی۔ (المستدرک ۴/۴۸۰ح ۸۴۸۱)

زنجی کی اس روایت کو حاکم نے صحیحین کی شرط پراور ذہبی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔

زنجی کی متابعت تامہ عبدالعزیز بن ابی حازم نے کررکھی ہے۔

شیخ البانی نے مصعب بن عبداللہ الزبیری کی بیان کردہ حدیث کو" **وهذا إسناد جيد**"کہا.

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۷/۱۶۴۶ح ۳۹۴۰)

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام ہے، جیسا کہ صحیح روایات میں آیا ہے کہ سیدنا و مولانا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

اس مفہوم اور الفاظ کے معمولی اختلاف والی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے درج ذیل راویوں نے بیان کی ہے:

۱: محمد بن علی بن ابی طالب یعنی ابن الحنفیہ رحمہ اللہ [ثقہ عالم]

۲: ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ الخیر السوائی رضی اللہ عنہ [صحابی]

۳: عبد خیر بن یزید الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة، مخضرم من کبار التابعین]

٤: عبداللہ بن سلمہ المرادی الکوفی رحمہ اللہ [صدوق، تغیر حفظہ/ حدث بہ قبل اختلاطہ]

٥: عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ [صحابی]

٦: علی بن ربیعہ بن نضلہ الوالبی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة]

۷: نزال بن سبرہ الہلالی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة]

۸: ابوالجعد رافع الغطفانی الاشجعی رحمہ اللہ

[صدوق وثقہ ابن حبان والامام مسلم وقیل: ھو صحابی]

۹: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [صحابی]

اب ان روایات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱) محمد بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے:

ا: ابویعلیٰ منذر بن یعلیٰ الثوری الکوفی رحمہ اللہ [ثقہ]

صحیح بخاری (۳۶۷۱ وسندہ صحیح) سنن ابی داود (۴۶۲۹ وسندہ صحیح) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/۱۲ح ۳۱۹۳۶) زوائد القطیعی علیٰ فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل (ح ۱۳۶، وسندہ صحیح)

صحیح بخاری میں اس روایت کا متن درج ذیل ہے:

محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون (سب سے) بہتر ہے؟ انھوں نے فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: پھر عمر ہیں۔ (مع فتح الباری ۲۰/۷)

امام دارقطنی نے فرمایا: " وھو صحیح عنه " اور وہ آپ سے صحیح (ثابت) ہے۔

(کتاب العلل ۱۲۴/۴ سوال ۴۶۴)

۲: ابو مکین نوح بن ربیعہ الانصاری البصری رحمہ اللہ [صدوق]

کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۲۰۴، نسخہ محققہ: ۱۲۳۸، وسندہ حسن)

۲) ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ الخیر السوائی رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے:

۱: عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ [ثقة مشهور فقيه فاضل]

زوائد مسند الامام احمد (۱/ ۱۱۰ ح ۸۷۸ وسندہ صحیح، ۱/ ۱۰۶ ح ۸۳۴ بسند آخر وسندہ حسن) مسند احمد (۱/ ۱۰۶ ح ۱۳۵، وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

۲: زر بن حبیش الاسدی الکوفی رحمہ اللہ [ثقة جليل مخضرم]

زوائد مسند احمد (۱/ ۱۰۶ ح ۸۳۳ من حدیث عاصم بن ابی النجود عنہ وسندہ حسن، ۱/ ۱۱۰ ح ۸۷۱ وسندہ حسن)

۳: عون بن ابی جحیفہ رحمہ اللہ [ثقة]

زوائد مسند احمد (۱/ ۱۰۶ ح ۸۳۷ وسندہ حسن) الغیلانیات (ح ۲۷ بسند آخر وسندہ حسن، نسخہ اخریٰ: ۶۸) المخلصیات (۲/ ۹۸ ح ۱۱۱۹، وسندہ حسن)

۴: حکم بن عتیبہ الکندی الکوفی رحمہ اللہ [ثقہ ثبت فقیہ الا انہ ربما دلّس]

فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل (۴۴ وسندہ صحیح، الحکم بن عتیبہ صرح بالسماع)
تاریخ دمشق (۴۴/۲۰۲ وسندہ صحیح)

۵: عبداللہ بن ابی السفر رحمہ اللہ [ثقة]
تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۴/۲۰۲ وسندہ حسن)

۳) عبدخیر بن یزید الہمدانی رحمہ اللہ سے درج ذیل راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے:

۱: المسیب بن عبدخیر رحمہ اللہ [ثقة]
زوائد مسند احمد (۱/ ۱۱۵ ح ۹۲۶ وسندہ صحیح، ۱/ ۱۲۵ ح ۱۰۳۰)

۲: خالد بن علقمہ ابوحیۃ الوادعی رحمہ اللہ [صدوق]
زوائد مسند احمد (۱/ ۱۲۵ ح ۱۰۳۱، وسندہ صحیح)

۳: عبدالملک بن سلع الہمدانی رحمہ اللہ [صدوق]
کتاب الشریعۃ للآجری (۵/ ۲۳۱۹ ح ۱۸۰۴، وسندہ حسن) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴/ ۵۷۱ ح ۳۷۰۴۲ وسندہ صحیح)

۴: طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی (ثقة قارئ فاضل]
المخلصیات (۳/ ۳۳۹ ح ۲۶۶۳)

۵: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف [ثقة، رضی اللہ عنہ]
(فضائل الصحابۃ، زیادات القطیعی: ۵۳۳ وسندہ حسن)

۴) عبداللہ بن سلمہ المرادی رحمہ اللہ [صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور]

" خير الناس بعد رسول الله ﷺ أبو بكر و خير الناس بعد أبي بكر عمر. " رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے بہتر عمر ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶، وسندہ حسن)

عبداللہ بن سلمہ نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی۔ (دیکھئے مسند الحمیدی بتحقیقی: ۵۷)

۵) سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

" خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر و عمر ... "

اس امت میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد سب سے بہتر ابو بکر اور عمر ہیں۔

(زوائد فضائل الصحابۃ: ۳۹۷ وسندہ حسن، البحر الزخار ۲/ ۱۳۰ ح ۴۸۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱/ ۱۰۷ ح ۱۷۸)

۶) علی بن ربیعہ الوالبی رحمہ اللہ

" إني لأعرف أخيار هذه الأمة بعد نبيها :أبو بكر و عمر ... "

(فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ۴۲۸ وسندہ حسن، وقاء بن ایاس الاسدی وثقہ الجمہور فھو حسن الحدیث)

۷) نزال بن سبرہ رحمہ اللہ

" ألا أخبركم بخير هذه الأمة بعد نبيها ثلاثة ، ثم ذكر أبا بكر و عمر ... "

(زوائد فضائل الصحابۃ: ۴۲۹ وسندہ حسن)

۸) ابو الجعد رافع الغطفانی الاشجعی رحمہ اللہ

" ألا أخبركم بخير الناس بعد نبيكم صلی اللہ علیہ وسلم :أبو بكر ثم عمر "

(التاریخ الکبیر للبخاری ۳/ ۳۰۶ ت ۱۰۳۹، وسندہ حسن)

۹) سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

" ألا أخبركم بخير هذه الأمة بعد نبيها صلی اللہ علیہ وسلم ؟ ... أبو بكر رضي الله عنه ... ثم قال ... عمر " (المعجم الکبیر للطبرانی ۱/ ۱۰۷ ح ۱۷۷، وسندہ حسن)

روایت مذکورہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ان روایات میں سے ایک روایت بھی ضعیف نہیں اور یہ سب روایات باہم مل کر متواتر کے درجے پر پہنچ گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متواتر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے الوصیۃ الکبریٰ ص ۴۰ فقرہ: ۶۲، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی ص ۲۰۳ ح ۲۲۷)

یعنی اہل سنت کے نزدیک یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔ (۱۴/ اپریل ۲۰۱۳ء)

دوغلی پالیسی

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے کسی کے ایک قول ''رفع یدین پر چار سو صحیح حدیثیں ہیں'' کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''حالانکہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کو ان کی شرط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔'' (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم طبع اول ۱۹۹۰، وحصہ دوم ص ۱۰۷۔۱۰۸، طبع جدید ۲/ ۱۴۷)

دوسری طرف اسی محمد یوسف لدھیانوی نے تمنا عمادی (ایک منکرِ حدیث) کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''لیکن یہاں بھی محض اخلاص کے ساتھ ایک نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ کہ صحیحین میری اور آپ کی ردوکد سے اونچی ہیں، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

...لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم! پس محدثین اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو مرفوع متصل احادیث ہیں وہ قطعاً صحیح ہیں...'' (تحفۂ قادیانیت جلد سوم ص ۵۶۸)

لدھیانوی مذکور نے مزید لکھا ہے:

''اور صحیح بخاری کی یہ مقبولیت منجانب اللہ ہے۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

○ جو لوگ صحیحین کی احادیث کی توہین کے مرتکب ہیں وہ شاہ صاحب کے بقول ''متبع غیر سبیل المومنین'' ہیں...'' (تحفۂ قادیانیت ۳/ ۵۶۹)

آخر میں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین والی تیسری حدیث صحیح مسلم میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ (ج ا ص ۱۷۳ ح ۴۰۱)

لہٰذا صرف دو حدیثوں کا دعویٰ کرکے لدھیانوی مذکور نے غلط بیانی کی ہے۔

''آلِ دیوبند اور صحیح بخاری''، یعنی صحیح بخاری کے دیوبندی دفاع کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت (ص ۴۳۲۔۴۳۵)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ چند دنوں سے علیل ہیں اب بتدریج صحت یاب ہو رہے ہیں۔ وللہ الحمد

تمام اہل اسلام سے مزید دعاؤں کی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

www.maktabahtulhadith.com
www.facebook.com/maktabahtulhadith
maktabahtulhadith@gmail.com
alhadith_hazro2006@yahoo.com